رازِ مودّت

انتخاب از کلامِ راز بجنوری

ترتیب و تالیف: قیصر عباس قیصر

استخاب از کلام شاعر سید محفوظ الحسن رازؔ بجنوری

رازِ مودّت

مؤلف

مصورِ سخن قیصر عباس قیصرؔ

ناشر: زوّار زیدی

زیر اہتمام

ادارہ فروغِ فکر و عمل پاکستان

تاریخ وفات: ۲۳ رجب 2019ء

پیش لفظ

میرا نام سید محفوظ الحسن نقوی ہے اور تخلص راز بجنوری ہے۔ میں نے بھارت کے ضلع بجنور میں کوئی سادات کی بستی میں 4 جولائی 1934ء میں اس دنیائے فانی میں قدم رکھا اور زندگی مختلف مدارج طے کرتا ہوا، حوادث زمانہ سے لڑتا ہوا، زندگی کے نشیب و فراز سے گزرتا ہوا، کبھی ہنستا ہوا، کبھی روتا ہوا، بزم یاراں میں قہقہے لگاتا اور گوشۂ خلوت میں سسکیاں بھرتا ہوا اب تقریباً 80 سال کی عمر تک پہنچ چکا ہوں اور یہ چند سطور اس حالت میں رقم کر رہا ہوں کہ چند روز قبل میری اہلیہ سیدہ تحسین فاطمہ کا 57 سالہ ساتھ مجھ سے چھوٹ چکا ہے۔

میری یادداشت کے مطابق میں نے شاعری کا باقاعدہ آغاز اس وقت کیا جب میں پانچویں جماعت کا طالب علم تھا کوئی سادات کی وہ چھوٹی سی بستی ادبی کی لحاظ سے بزرگوں کی دلچسپی جہاں عروج پر نظر آتی ہو ایک چوپال کے بڑے سے صحن میں فرش اور چاندنیاں بچھی ہوں اور بزرگ تخت پر براجمان ہوں شعر و شاعری کا دور دورہ ہو بیت بازی اور مشاعرے عروج پر ہوں تو وہاں پانچویں جماعت کے طالب علم کے لئے شعر موضوع کرنا کوئی عجیب بات ہے نہ حیرت انگیز۔۔۔

جی ہاں میری پانچویں جماعت کے اردو کے معلم مولانا عبدالحق صاحب نے ایک لفظ "خدنگ" دیا جس کا مطلب "تیر" ہے۔ طرحی غزل کا مصرعہ تو یاد نہیں مگر ردیف اور قافیہ کچھ اس طرح سے تھا۔ "نظر کو میں قمر کو میں" میں نے اس نئے لفظ کو اپنے مقطع میں اس طرح استعمال کیا (اب پوری غزل یاد نہیں رہی)۔

محفوظ رکھ لیا ہے امانت کسی نے دل
نذرانہ دوں جگر کا "خدنگِ" نظر کو میں

اس زمانے میں محفوظ ہی تخلص تھا میرے استاد پروانہ بجنوری، معلم مولانا عبدالحق اور دیگر بزرگ شعراء نے اس ذوق و معاونت کو محفوظ کرتے ہوئے میری وہ ہمت افزائی کی کہ قرطاس و قلم سے ایسا رشتہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : **رازِ مودّت**
انتخاب : انتخابِ ازکلام شاعر سید محفوظ الحسن رازؔ بجنوری
مؤلف : مصورِ سخن قیصر عباس قیصر
پروف ریڈنگ : رضوانؔ نقوی
کمپوزنگ : عونؔ رضوی
ناشر : زوّارؔ زیدی
زیر اہتمام : ادارۂ فروغ فکر و عمل پاکستان
قیمت : =/150 روپے

ناشر

زوّارؔ زیدی

زیر اہتمام

ادارۂ فروغ فکر و عمل پاکستان

"اعتراف"

میں سید محفوظ الحسن رازؔ بجنوری تقریباً اگست 1995ء میں نیوی کے اسکول سے 60 سال کی عمر میں ریٹائر ہو کر واپس آیا تو مجھے میرے دوست انیس عابدی نے مرحوم ارتضیٰ حسین عابدی اور میڈم محترمہ سیدہ حور النساء عابدی سے ملازمت کے لئے ملوایا۔ میری کوالیفکیشن اُس وقت ایم۔اے (بی۔ایڈ) تھی، انٹرویو میں دونوں کے اخلاق نے مجھے ینگ سٹیزن ماڈل اسکول میں ملازمت پر آمادہ کیا۔ تقریباً 16 سال میں نے بحیثیت انچارج خدمات انجام دیں۔ میں نے اسکول کو اپنا سمجھ کر کام کیا، مرحوم عابدی صاحب اور میڈم نے ہر طریقے سے میری مدد اور ہمت افزائی کی۔

ایک دن میں آفس میں بیٹھا ہوا اپنے کام کے مطابق بتا رہا تھا تو مرحوم عابدی صاحب نے بڑے مشفقانہ انداز میں میری ہمت افزائی کرتے ہوئے کہا کہ:

"محفوظ صاحب آپ ملازم نہیں بلکہ میرے بھائی بھی ہیں"

میڈم نے عابدی صاحب کا ساتھ دیتے ہوئے اعتراف کیا کہ آپ میرے بھی بھائی ہیں۔ اُس دن سے 16 سال تک ملازمت کے ساتھ بھائی بہن کا رشتہ قائم رہا اور انشاءاللہ آگے بھی رہے گا۔ میں نے اسکول کا ترانہ "یہ ینگ سٹیزن ہے" کہا، جو کہ اسکول کی کاپیوں پر پرنٹ ہو گیا۔

اللہ پاک مرحوم کو جنت الفردوس عطا کرے اور آپ کو دنیا بھر کی خوشیاں عطا فرمائے۔

(الٰہی آمین)

ہمیشہ دعا گو
سید محفوظ الحسن (رازؔ بجنوری)

استوار ہوا کہ آج تک بغیر تعطل قائم ہے۔

میرے اُستاد پروانہ بجنوری فی البدیہہ شعر کہنے کے ماہر اور اپنے زمانے کے معروف و مستند شاعر تھے جن سے میں نے کسبِ فیض کیا میں انہی کی محنت، محبت و شفقت کا ثمر ہوں تقریباً تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کرنے کے بعد مجھے ڈائریاں دینی و مذہبی شاعری کا اثاثہ ہیں۔ باقی کلام ہندوستان سے بہاولنگر اور بہاولنگر سے کراچی ہجرت کی نذر ہو گیا۔

سخنوری میں مجھ سے فیض حاصل کرنے والوں کی فہرست بہت طویل ہے زیرِ نظر مجموعہ میرے شاگردِ رشید، قیصر عباس قیصرؔ نے میری صرف ایک ڈائری سے اخذ کیا ہے۔ قیصر میرا وہ شاگرد ہے جس کی تعریف کرنا میرے بس کی بات نہیں رضوان نقوی اور قیصر عباس قیصر نے مجھے شاعری میں کچھ نہ ہوتے ہوئے بہت کچھ بنا دیا۔

آخر میں تہہِ دل سے ممنون ہوں محترمہ حور القساء عابدی (پرنسپل بیک سٹیزن ماڈل اسکول جعفر طیار سوسائٹی ملیر) کا کہ جن کی ذاتی کاوشوں اور مالی اعانت سے زیرِ نظر مجموعہ "رازِ مودّت" اشاعت پذیر ہوا اور شکر گزار ہوں بزرگ شاعر اہل بیت محترم حضرت ساحر لکھنوی کا جنہوں نے میرے اس مجموعے پر نظرثانی کر کے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

اللہ تعالیٰ سب کو حفظ و امان میں رکھے (آمین) امامِ زمانہ عجل کی خدمت میں ایک شعر جو یقیناً میری بخشش کا سامان بھی ہے پیش کرتے ہوئے اجازت چاہوں گا۔ لکھنے کے لئے 80 سال کے نشیب و فراز، تجربات، تجزیات، مشاہدات و جذبات سبھی کچھ ہیں مگر ذہنی و جسمانی علالت کی بناء پر قاصر ہوں کہ مزید کچھ لکھ سکوں۔

سیاہی آنکھ کی لے کر عریضہ میں نے لکھا ہے
کہ وہ کاغذ کو دیکھیں اور میری آنکھیں انہیں دیکھیں

والسلام

دعاؤں کا طالب
سید محفوظ الحسن رازؔ بجنوری
سکنہ: جعفر طیار سوسائٹی ملیر کراچی
14 اپریل 2013ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رازِ مودّت۔ایک سرسری مطالعہ

از ساحرؔ لکھنوی

فنونِ لطیفہ میں میں شاعری کو خاص امتیاز حاصل ہے۔رقص و موسیقی، مصوری اور سنگتراشی وغیرہ ایک تو مخصوص طبقہ تک محدود ہوتی ہیں۔دوسرے وقتی حیثیت رکھتی ہیں۔

ابھی مظاہرہ ہوا، نمائش ہوئی اور ختم۔بے شک عہد حاضر میں سائنسی ترقی نے رقص و موسیقی وغیرہ کو بھی محفوظ کر لینے اور بوقتِ ضرورت اس سے دل بہلانے کے امکانات پیدا کر دیے ہیں۔مگر شاعری کی طرح وہ سیکڑوں سال کتابوں میں محفوظ نہیں کی جا سکتیں۔یہ بھی کہ رقص و موسیقی وغیرہ جیسے بعض فنون وجذبات کو اُبھارنے اور اخلاق پر منفی اثر ڈالنے کی وجہ سے غیر مستحسن سمجھے جاتے ہیں حتیٰ کہ شریعت میں حرام قرار دے دیے گئے ہیں۔ان کے برخلاف شاعری کی بعض اصناف اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تخلیقات تسلیم کی گئی ہیں۔ان کا تعلق خاصانِ خدا و ذواتِ مقدسہ کی مدح و رثاء سے ہے۔اثر پذیری کے اعتبار سے شاعری کا دائرہ بہت وسیع ہے۔اس کے باذوق سامعین میں امیر و غریب اور جاہل و عالم سب شامل ہیں۔اس کے پاکیزہ اصناف، حمد، نعت و منقبت، قصائد، سلام، نوحے اور مرثیے وغیرہ ہر صاحبِ نظر اور صاحبِ ذوق کو متاثر کرتے ہیں۔رقص و موسیقی کے برخلاف یہ اصنافِ سخن مستحسن اور باعثِ اجر و ثواب ہیں۔

قابلِ مبارک باد ہیں وہ شعرائے کرام جنھوں نے ان اصنافِ شاعری کو اپنی فکر کا محور بنایا ہے اور پورے خلوصِ نیت اور سچی اور گہری عقیدت کے ساتھ ان کے ذریعے ذواتِ مقدسہ اور شہدائے کربلا کو دل کی گہرائیوں سے جذبہ کی صداقت اور احساس کی تڑپ کو یکجا کر کے خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔خوش قسمتی سے ایسے ہی شعراء میں ہمارے ممدوح حضرت رازؔ بجنوری بھی شامل ہیں۔

محترم محفوظ الحسن رازؔ بجنوری کے تعارف کا سب سے بہتر ذریعہ ان کا کلام ہے۔مگر ان کے کلام کے مطالعہ سے پہلے ان کے بارے میں کچھ جاننے کی خواہش کی تکمیل کے لئے یوں سمجھ لیجئے کہ وہ ایک خوش فکر، خوش گو اور پختہ کار شاعر ہیں اور میری محبوب شخصیات میں شامل ہیں۔نہایت محبت کرنے والے

سورج کو چراغ دکھا رہا ہوں

اُستادِ محترم حضرت رازؔ بجنوری بلاشبہ ایک مکمل شاعر، حساس دل، لطیف جذبات، با مروّت اور اخلاقیات کا اعلیٰ نمونہ بحیثیت اُستاد تعلیمی نفسیات کا مجسمہ ہیں۔

اُستادِ محترم کا تعارف اور تعریف اُن کا کلام ہے اب رہی بات کہ شاعری میں اُن کا کیا مقام ہے تو یہ مقام ہم اور آپ کس حیثیت سے تعین کریں گے کہ فکری سطح پر ہم ابھی نابالغ ہیں اور علمی سطح پر کسی بھی طور برابری کا دعویٰ کرنا اپنی کم علمیت بلکہ جہالت کا ثبوت دینا ہے۔

حضرت رازؔ بجنوری نے تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے (حمد، نعت، منقبت، نوحہ، مرثیہ، سلام، قطعہ، رباعی، غزل، گیت، ترانہ اور نظم) میرے لئے باعثِ فخر بات یہ ہے کہ میں نے آپ سے کسبِ فیض کیا اور قابلِ صد فخر بات یہ ہے کہ مجھے یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ میں نے آپ کے کلام کی ترتیب و تالیف و تزئین کا کام سرانجام دیا۔ یہ مجموعہ "رازِ مودّت" رازؔ بجنوری صاحب کی صرف ایک ڈائری سے منتخب شدہ کلام کا مجموعہ ہے تاکہ پوری ڈائری بیشتر کلام آپ کا ابھی ڈائری میں موجود ہے۔

اس مجموعہ کی ترتیب و تزئین میں جن حضرات نے میرا ساتھ دیا اُن میں سرِفہرست میرے دوست اور ہمدرد ساتھی رضوان نقوی، محسن جعفری، عون رضوی، محترم زوّار زیدی اور علی مظفر صاحب شامل ہیں۔

محترم حور النساء عابدی (پرنسپل ینگ سٹیزن ماڈل اسکول جعفر طیار) کی مالی اعانت سے یہ مجموعہ منصۂ شہود پہ جلوہ پذیر ہے اِن کا شکریہ ادا کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ اللہ بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

والسلام
قیصر عباس قیصر

لفظ جب لے کے بڑھے ان کی ولا کی خوشبو
بزم میں پھیل گئی صلِ علیٰ کی خوشبو

پڑھی جو نعت رضیہ انجیاء خلوص کے ساتھ
نفس نفس میں مہکنے لگے گلاب کے پھول

عشقِ علیؓ میں ڈوبے ہوئے رازؔ کی عقیدت کا دلکش اظہار:

میری لحد کی خاک، میرا احترام کر
نسبت ہے خاص مجھ کو درِ بوترابؓ سے

تو بدنصیب ہے، اے رازؔ جا کے لوٹ آیا
درِ علیؓ پہ جبیں رکھ کے مرگیا ہوتا

امام حسینؓ سے حسنِ عقیدت کا حسین اظہار:

اے رازؔ تو نے ذکرِ شہِ کربلا کیا
سارے گناہ دھو دیے اس اک ثواب نے

عطر رکھنے کی ضرورت نہیں مرقد میں میرے
مجھ کو مرغوب ہے بس خاکِ شفا کی خوشبو

اب نعت میں غزل کے مزاج کی کارفرمائی ملاحظہ ہو جس سے مداح کے دل میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبۂ صادق مچلتا ہوا نظر آتا ہے۔

سوزِ عشق سے جل جاؤں تو اتنا ہو کرم
تیرے پروانے کی یہ خاک ترے در سے ملے

مضمون آفرینی (جدّتِ مضامین) کی ایک خوبصورت مثال نعت کے ایک خوبصورت شعر میں:

صدقہ کردیا سایہ حسنِ مصطفائی پہ
مالکِ حقیقی نے یوں نظر اُتاری ہے

مخلص اور بے لوث و بے غرض انسان، اپنے سیرت و کردار میں نہایت دیندار خوش گفتار ہیں۔ شعراء شاعری میں حمد نگار پروردگار، نعت گوئے احمد مختار، منقبت نگار حیدر کرار اور آل اطہار ذوات مقدسہ سے ان کی انتہائی پر خلوص عقیدت ان کی منعقد کردہ سالانہ محفل میلاد مبارک حضرت خاتون جنت سے آشکار ہے۔

ہم نے انہیں محافل میلاد میں پڑھتے ہوئے بھی سنا ہے اور گاہے گاہے ان کا کلام تحریر میں بھی نظر نواز ہوا ہے الحمد اللہ کی حمد و نعت و منقبت اور سلام کے اصناف پر مشتمل محفوظ الحسن صاحب کا کلام محفوظ کئے جانے کے لئے اب اشاعت کی منزل میں ہے۔ جس کے بعد حضرت رازؔ کا "راز مودت" اور ان کی شاعری کی مقبولیت کا راز صاحبان ذوق پر منکشف ہو جائے گا۔

حضرت رازؔ کی شاعری ذوات مقدسہ سے ان کی دلی وابستگی اور گہری عقیدت کی آئینہ دار ہے اور اس کے ساتھ ہی شاعرانہ خوبیوں سے بھی آراستہ ہے۔ ان کی شاعری کی خصوصیات میں ایک طرف تو آسان، ہلکے پھلکے اور عام فہم الفاظ ہیں تو وہاں بندشیں سہل ممتنع کی دلکش مثالیں بن جاتی ہیں۔ دوسری طرف کہیں کہیں حسب موقع و محل مضمون آفرینی شاعری کو فکری رُخ بھی عطا کرتی ہے جس سے شاعری کے معیار کو بلندی اور شاعری کے فن کو اعتبار حاصل ہوتا ہے۔ عقیدت کی چاشنی کے ساتھ جذبہ کی توانائی اور اظہار کی صداقت کلام میں دلکشی اور تاثیر پیدا کرتی ہے۔

عہد موجود میں زبان و ادب کو جو زوال ہوا ہے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ آج کے صرف نوجوان شعراء ہی نہیں، بعض بزرگ شعراء تک زبان کی نزاکتوں سے ناواقف، علم معانی و بیان سے نا آشنا عروض سے بیگانہ محض شوق اور شعر موزوں کر لینے کی صلاحیت کی بناء پر شاعری کرتے ہیں۔ ان کا بیشتر کلام فکری اور فنی اعتبار سے غیر معتبر ہوتا ہے۔ ایسے میں حضرت رازؔ جیسے شعراء کا دم غنیمت جاننا چاہئے اور نو واردان بساط شعر و سخن کو خصوصاً ان سے اکتساب فیض کرنا چاہئے۔

آئیے اب حضرت رازؔ کے چند اشعار سے جو ہم نے زیر طبع مجموعہ سے سرسری طور پر منتخب کئے ہیں، آپ کی ضیافت طبع اور لذت قلب و نظر کا اہتمام کرتے ہیں۔

ملاحظہ ہو:

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے گہری عقیدت کے خوبصورت اظہار کے یہ خوبصورت انداز ملاحظہ کیجئے۔

خطیبِ آلِ ابوطالب، ذاکر المصائب

علامہ محمد قاصد مہدی

M. Qasid Mehdi

B.Com, PIPFA, M.A (Economics),

M.A (Economics & Finance),

MBA (Banking & Finance), C.A (Finalist),

Fazil-e-Mashriqiat (Jamia Athar UNI).

سچے جذبوں کا بیدار شاعر محفوظ الحسن رازؔ بجنوری

شاعر اپنے شعر میں ہمیشہ سچ بولتا ہے اور وہ اپنے آپ سے جھوٹ بول ہی نہیں سکتا۔ جب وہ شعر کہتا ہے تو اس کا ادراک ایسے عالم میں پہنچ جاتا ہے جہاں آفتابِ حقیقت کی شعاعیں کسی دور دراز کے کونے کھدرے کو بھی منور کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔

شاعری سچے جذبوں، خوبصورت سوچوں، پاکیزہ جملوں، حساس اور بیدار دھڑکتے ضمیروں کی گرج دار آواز، احساس اور سوچ کا نام ہے۔

متانت و بالیدگی، اخلاق و خودداری محفوظ الحسن رازؔ بجنوری کی زندگی کے تموج خیز سمندر کی موج کا ایک جلوہ ہے۔ آپ جمالیاتی ذوق کا اظہار کرنے پر آئیں تو:

"بجنوری ایک گلاب کی سی ہے"

ظالم اور مظلوم کی ازلی کشمکش پر نگاہ ڈالیں تو ہیرے کی چوٹ سے چٹانیں ہلا دیں۔ عشقِ حقیقی کے ساغروں میں غوطہ زن ہوں تو معرفت کے موتی اچھال کر ساری کائنات کی جدتوں کو ایک حرف میں سمو دیں۔ رازؔ صاحب کو زبان و بیان پر قدرتِ کاملہ حاصل ہے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا تو کبھی پاؤں لہولہان ہوئے، کبھی سرابوں نے بینائی کو زخمی کر دیا، کہیں تازہ ہوا کے جھونکوں نے لوریاں دیں، کہیں گرم لو نے تازیانے برسائے۔ غرض یہ کہ ان کی شاعری میں نفاست، نزاکت اور الفاظ کے انتخاب کی جو شان پائی جاتی ہے۔ وہ تخلیقی فضاء کو معطر کر کے مزید خوشگوار اور قابلِ قبول بنا دیتی ہے۔

سہل ممتنع کی ایک دلکش مثال اس میں غزل کی چاشنی بھی ہے اور رازِ محبوبیت بھی:

راز دل نہاں کب ہے کیوں بتا نہیں لیتے
آپ تو سمجھتے ہیں کس کی بے قراری ہے

حضرت راز شعر کی داد و تحسین کے حوالہ سے ایک حقیقت کی طرف یوں توجہ دلاتے ہیں:

دوست احباب تو رکھتے ہیں محبت کا بھرم
داد وہ ہے جو سخنور کو سخنور سے ملے

بہت زیادہ مثالوں سے مضمون کو طول دینا مقصود نہیں۔ "مشتے نمونہ از خروارے" کے مصداق چند اشعار یہاں نقل کر دیئے۔ آپ مجموعہ کے اشعار کا مطالعہ فرمائیے۔ "مشک آنست کہ خود ببوید کہ عطار بگوید" زیر اشاعت مجموعہ میں اچھے پرکیف اور دلکش اشعار اپنے اپنے ذوق کے مطابق تلاش کرنا چنداں مشکل نہیں۔ آپ کو ورق ورق پر ایسے اشعار ملیں گے کہ آپ خود محسوس کریں "کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست۔"

اب آپ "رازِ مودّت" کے مطالعہ سے اپنے ذوق سخن کی تسکین کا سامان کیجئے۔ میں "رازِ مودّت" کی اشاعت پر حضرت راز بجنوری کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور اس ہمہ رنگ گلدستہ کی مقبولیت اور حضرت راز کی صحت و سلامتی کی بارگاہ واحدیت میں دعا کرتے ہوئے آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔

ہاں ایک بات اور جو تبصرہ و نگار حضرات تبصرہ کو تنقید بنانے کے شائق ہوتے ہیں اُن سے عرض ہے کہ دنیا کا کوئی شاعر ایسا نہیں جس کے کلام میں کچھ نہ کچھ خامیاں نہ پائی جاتی ہوں یا نہ نکالی جا سکتی ہوں۔ انیس و دبیر جیسے خدایان سخن کے کلام میں بھی ان کے مخالفین نے طرح طرح سے خامیاں نکال کر اعتراضات کئے۔ ہم نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ حضرت راز کا کلام ہر رطب و یابس سے پاک ہے۔ ان کے یہاں بھی تلاش کرنے سے کچھ نہ کچھ اشعار ایسے مل جائیں گے جن پر اعتراض کا شوق پورا کیا جا سکتا ہے مگر یہ ہمارا کام نہیں۔

والسلام

فہرست

نمبر شمار	(نعت رسول مقبول ﷺ)	صفحہ نمبر
۱	کب کوئی شے فضول رکھتے ہیں	3
۲	لفظ جب لے کے بڑھے ان کی ولا کی خوشبو	4
۳	جس پہ ان کی نظر نہیں ہوتی	5
۴	اہتمام مشک و عنبر کیجئے	7
۵	حضور آئے تو اتنے کھلے گلاب کے پھول	9
۶	کیسی سرفرازی ہے کیسی انکساری ہے	10
۷	درود پیہم ضروری محبت میں ہے	12
۸	نعت لکھنے کی جو توفیق مقدر سے ملے	13
۹	بشر اپنا سا تجھ کو کہہ رہا ہے	15
۱۰	جوبن پہ ہے بہار شب ماہتاب ہے	16
۱۱	یہ منزلت نصیب کسی کو کہاں ہوئی	18
۱۲	سلام اے آمنہ کے چاند اے تنویر ربانی	19
☆	**منقبت**	☆
۱۳	یہ کس کی بات ہے یہ کس کا ذکر اطہر ہے	22
۱۴	اہتمام مشک و عنبر کیجئے	24
۱۵	کام مشکل تھا مرے مولاؑ نے آساں کر دیا	24
۱۶	اگر نہ دہر میں محبوبؐ کبریا ہوتا	26
۱۷	یہ کس کی رونمائی ہے یہ کس کی پیشوائی ہے۔	27

ریشمی لفظ اور مخملی تخیلات سے کم خوابی نچوڑ کر اپنائیت اور محبت اخوت اور عفو ودرگزر کے سارے پاکیزہ جام یکجا کر کے اور انسانی وجدان کے مقفل دروازوں پر دستک دے کر اس انسانی معاشرے کی رگوں میں اُنڈیلنا راز صاحب بخوبی جانتے ہیں۔

تاریخ، فلسفہ، منطق کو اشعار میں سمیٹنا اور لفظوں کو حرفوں میں سمو دینا یعنی دریا کو کوزے میں بند کرنا یا جامع واقعات کو الفاظ کے ذریعے لڑی میں موتیوں کی طرح پرو دینا اور پھر ضرورت کے تحت لفظیات میں خوشبو بھر دینا یا ہنگامۂ گرمی یعنی آگ کے شعلوں سے تغافل آمیز سکون کو سراپائے حرکت بنادینے کا فن راز بجنوری بخوبی جانتے ہیں جیسے فضائل اور عقیدے کے منزل پر۔۔۔

ہر مرض لادوا کی دوا یا علی مدد
ہر بے نوا کے دل کی نوا یا علی مدد
بدعت نہیں ہے نام علی لینا دوستو
مشکل میں انبیاء نے کہا یا علی مدد
خیبر میں یہ صدائے پیمبر نہیں، سنو
اسلام دے رہا ہے صدا یا علی مدد

اسی طرح مصائب کی منزل پر۔۔۔

جب کہیں گفتگو دار و رسن ہوتی ہے
میرے احساس میں اصغر کی چبھن ہوتی ہے
ظالموں ظلم کا بھی کچھ تو قرینہ ہوتا
سب بڑے چھوٹوں کو کیا ایک رسن ہوتی ہے

میں اور میرے والدین دعا گو ہیں کہ پروردگار عالم راز صاحب کو بیمار کربلا کے صدقے میں شفاء کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور آپ محافل ومجالس میں اپنے شاعرانہ اور دانشورانہ افکار کو قلندرانہ انداز میں پیش کرتے رہیں۔

والسلام

☆☆☆

۴۰	گلِ حق کے کارواں سے جو جدا ہوتا ہو	66
۴۱	تمام خلق خدا تابع دار حیدرؑ کی	69
۴۲	جبرئیل امیں کو میں نے جب بھی کبھی پکارا	70
۴۳	شرابِ حبِ حیدرؑ ہے غدیرِ خم کے پیمانے	72
۴۴	کرن کرن سے اُجالا ڈھکا چھپا کیا ہے	73
۴۵	شریعت کا محافظ اور تقدیرِ امم ٹھہرے	75
۴۶	یوں تو زباں پہ مدح امام رضاؑ کی ہے	76
۴۷	ساقی یہ کیا ملا دیا آج مری شراب میں	78
۴۸	ہم اپنی زیست کو یوں کامیاب رکھتے ہیں	80
۴۹	قصیدہ جب پڑھا حق کے ولی کا	82
۵۰	یہ سردارِ جناں ہیں اور تزئینِ کسا بھی ہیں	83
۵۱	خالق کی ایک اور عطا ہو رہی ہے آج	85
۵۲	منقبت سید سجادؑ کی لکھنی ہے سنبھل	87
۵۳	یہ رحمت ہے محمدؐ پر خدا کی	89
۵۴	ہزار بار کہوں گا یہ بات تا محشر	91
۵۵	جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے	92
۵۶	مرے افکار پہ چھایا ہے ابرِ رحمتِ باری	93
۵۷	جو مصروفِ ثنائے زینبؑ و شبیرؑ ہوتے ہیں	95
۵۸	جو مصلحت سے پاک ہو ہر واقعہ لکھے	96
۵۹	تہنیت کے پھول لے کر آ گئے	98
۶۰	بسا دے سامرہ پروردگار آنکھوں میں	100
۶۱	بہت ہی سوچ کر غالب یہ مصرع کہا ہوگا	101

۱۸	آ گیا ملکِ امامت کا وہ پہلا تاجدار	27
۱۹	علی کے در پہ جو آؤ تو کوئی بات بنے	30
۲۰	جو من پہ ہے بہار فضا اشکبار ہے	33
۲۱	روحِ تفسیر احا زہرا	35
۲۲	طائرِ فکر و نظر ہے اوج پر	36
۲۳	ہے لازمی کہ کروں پہلے حمدِ ربِّ عظیم	37
۲۴	رشکِ جنت ہے مدینہ آج یکسر دیکھنا	39
۲۵	ہے آج اپنی ذات پہ نازاں حسنؑ کی ذات	41
۲۶	نامِ خدا وہ ذات ہمہ گیر ہیں حسنؑ	42
۲۷	حسنؑ کے نور سے روشن وفا کے کوہ و دمن	43
۲۸	تصویرِ مصطفیٰ ہیں تو ہیں آئینہ حسنؑ	44
۲۹	اے جگر گوشہ جناب امیرؑ	46
۳۰	ہے لازمی کہ کروں پہلے حمدِ ربِّ قدیر	47
۳۱	خدا رکھے یہ اعجازِ علیؑ ہے	49
۳۲	علیؑ کا ذکر ذکرِ مصطفیٰ ہے	51
۳۳	غمِ حسینؑ مناؤ کہ یہ عبادت ہے	53
۳۴	کیا پہلے قلم کو پاک میں نے آبِ کوثر سے	54
۳۵	لبِ مدحت نے جب کھولی عقیدت کی زباں (سلام)	57
۳۶	نام ہیں جتنے حسینؑ ویسے ہی کام	59
۳۷	ہے کمالِ فن نے کوئی معجزہ تحریر کا	60
۳۸	خدا کے دین کی توقیر بن گئی زینبؑ	62
۳۹	آج بالیدگیِ فکر کہاں لے آئی	64

انتساب

میرے جواں مرگ ماموں

رضوان الحسن

اور میرے خاص کرم فرما

سابقہ چیف آرگنائزر کاروانِ نجف

سوزخوان: سید صابر حسین زیدی

(مرحوم و مغفور)

کے نام

دو قطعات مرحومہ اہلیہ سیدہ تحسین فاطمہ کے نام (۲۵ ستمبر ۲۰۱۳ء)

(۱) دنیا کا غم آنکھوں سے بہہ جاتا ہے
ایک تصور آنکھوں میں رہ جاتا ہے

(۲) صدقہ ہے یہ آلِ محمدؐ کے غم کا
صبر و رضا سے مومن غم سہہ جاتا ہے

(۳) جدائی کے کچھ ایسے زخم بھی ہیں، جو جیتے جی کبھی بھرتے نہیں ہیں
دلوں میں بسنے والے لوگ اے رازؔ، سدا جیتے ہیں وہ مرتے نہیں ہیں

۶۲	آج اس کے نام ہمرا بدیہ افکار ہے	103
۶۳	سید حا نجف سے خلد کا رستہ ہے چلو دستو!	105
۶۴	لبِ فرات جو روشن ہیں یہ وفا کے چراغ	106
۶۵	جنابِ حضرت مسلم سفیر شاہِ ہدیؑ (سلام)	108
۶۶	سب کہتے ہیں اس دور میں دولت ہے بڑی بات	109
۶۷	سرِ نیاز جھکاؤ امام آتے ہیں	111
۶۸	منفعت بخش یہ کیسی مری تقدیر بنی	113
۶۹	کوئی منظر ہی نہیں سرحدِ بینائی میں (سلام)	114
۷۰	اے قلم لکھو واقعاتِ کربلا اچھی طرح (سلام)	115
۷۱	دل ہو تو ایسا صاف کہ شیشہ دکھائی دے (سلام)	117
۷۲	کوئی تحریک ابھرتی نہیں تلوار کے ساتھ (سلام)	119
۷۳	ذکرِ شاہِ وفا کا دلِ بے تاب سنبھل	121
۷۴	بھائے کیا ہم کو بھلا اور کسی کی صورت	123
۷۵	فاتحِ شام و کربلا زینبؑ	124
۷۶	وصفِ قدرت کا یہ اعجازِ ہنر تو دیکھو	125
۷۷	مجلسِ شبیرؑ کو سوزِ نہانی چاہیے (سلام)	126
۷۸	اسلام کے چہرے پہ جو سرخی کی رمق ہے	128
۷۹	جہاں شعور کے جلووں کا آئینہ ہوا (سلام)	130
۸۰	اپنا تو یہ شیوہ ہے بجھاتے ہیں لگی آگ (سلام)	132
۸۱	مجلسِ شبیرؑ میں آنسو کی کیا توقیر ہے (سلام)	134

mablib.org

قطعۂ حمد

وحدہٗ لا شریک ذات تری
مملکت ساری کائنات تری
عقلِ انساں میں آنہیں سکتی
اتنی ارفع ہر ایک بات تری

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کب کوئی شے فضول رکھتے ہیں
دل میں عشقِ رسولؐ رکھتے ہیں
رحمتِ حق کے چاہنے والے
اپنے دامن میں پھول رکھتے ہیں
سُرمہ کرنے کو اپنی آنکھوں میں
ان کے قدموں کی دُھول رکھتے ہیں
چھوڑ دیتے ہیں جو برا سا لگے
دوستی کے اُصول پرکھتے ہیں
دل میں رکھتے ہیں اُلفتوں کی مہک
دشمنی تو جھُول رکھتے ہیں
گرمیِ حشر سے حفاظت کو
ہم ردائے بتولؑ رکھتے ہیں
ان سے قربت کی کچھ سبیل کرو
جن سے قربت رسولؐ رکھتے ہیں
رازؔ ہست و فنا کو جانتے ہیں
زندگی با اُصول رکھتے ہیں

قطعۂ ابتداء

ہر ایک بات سے پہلے خدا کی بات کرو
پھر اس کے بعد شہِ انبیاء کی بات کرو

نجف کی بات کرو سامرہ کی بات کرو
مدینہ اپنی جگہ کربلا کی بات کرو

علم کا ذکر جو آئے تو کربلا کی طرف
سلام کر کے شہیدِ وفا کی بات کرو

عزّتِ نفس کا احساس ہوا انساں کو
میرے آقا نے جو پھیلائی انا کی خوشبو
خود بخود ٹوٹ گئے حرص و ہوس کے اصنام
جب مدینے سے اُٹھی صبر ورضا کی خوشبو
جب بھی حسنینؑ کی زُلفوں کا کبھی ذکر چھڑا
شرم سے سُرخ ہوئی برگِ حنا کی خوشبو
عطر رکھنے کی ضرورت نہیں مرقد میں مرے
مجھ کو مرغوب ہے بس خاکِ شفا کی خوشبو
اپنے اخلاص کو سائے میں علم کے رکھو
اب بھی آئے گی پھریرے سے وفا کی خوشبو
جس کے احساس میں کھلتے ہوں عقیدت کے کنول
راز آتی ہے اُسے ان سے عطا کی خوشبو

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جس پہ ان کی نظر نہیں ہوتی
زندگی معتبر نہیں ہوتی
کون کہتا ہے بن کہے اُن کو
حالِ دل کی خبر نہیں ہوتی

قطعہ

وضو ضروری ہے جس طرح بندگی کے لئے
درُود شرط ہے ذکرِ محمدؐ کے لئے
حضور آئیں تو میرے دلِ شکستہ میں
میں داغ دل کو جلا لوں گا روشنی کے لئے

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لفظ جب لے کے بڑھے ان کی وِلا کی خوشبو
بزم میں پھیل گئی صلِّ علیٰ کی خوشبو
میں نے جب جھوم کے نعتِ شہِ لولاک پڑھی
لے اڑی بادِ صبا میری نوا کی خوشبو
واسطہ دے کے محمدؐ کا جو مانگی میں نے
عرشِ اعظم پہ گئی میری دعا کی خوشبو
لے کے کشکولِ طلب پھول بڑھے سوئے حرا
آئی بطحا سے جو محبوبؐ خدا کی خوشبو

قطعہ

آیاتِ الٰہی کو جو یک جا دیکھا　واللہ محمدؐ کا سراپا دیکھا
سمجھا نہ محمدؐ کا جو رازِ خلقت　اس شخص کو اِن آنکھوں نے رُسوا دیکھا

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اہتمامِ مشک و عنبر کیجئے　آپ پھر ذکرِ پیمبرؐ کیجئے
جوں وضو لازم ہے پیش از بندگی　ذکرِ سلمانؑ و ابوذرؑ کیجئے
گر پیمبرؐ کی رضا مقصود ہے　مدحتِ نفسِ پیمبرؐ کیجئے
گر غلامی کا چلن درکار ہے　آیئے تقلیدِ قنبرؑ کیجئے
دل کے پیمانے کو کیجے صاف تب　خواہشِ تسنیم و کوثر کیجئے
مل رہی ہے آج مدحت کی شراب　احترامِ جام و ساغر کیجئے
نور کا سیلِ رواں ہیں دوستو!　خانۂ دل کو منوّر کیجئے
خضرؑ بھی مشکل کشا مانیں جسے　ہاں کسی ایسے کو رہبر کیجئے

رازؔ دنیا کے لئے سب کچھ کیا
کچھ برائے روزِ محشر کیجئے

بندگی کا مزہ نہیں آتا — آنکھ جب تک کہ تر نہیں ہوتی
جو وسیلوں کے ساتھ جاتی ہے — وہ دعا بے اثر نہیں ہوتی
ایک ادنیٰ غلام کی خاطر — دیکھ لیجے سحر نہیں ہوتی
لطفِ احمد صدف پہ ہے ورنہ — بوند یوں تو گہر نہیں ہوتی
جس پہ ان کا کرم نہیں ہوتا — شاخ وہ باثمر نہیں ہوتی
جو تمہارا غلام ہوتا ہے — ظاہرہ کرّ و فر نہیں ہوتی

اب مدینے کا عزم کر اے رازؔ
زندگی یوں بسر نہیں ہوتی

قطعہ

محبت کا قرینہ آگیا ہے — غمِ الفت میں جینا آگیا ہے
ٹھہر اے موت! دم بھر کو ٹھہر جا — تصور میں مدینہ آگیا ہے
یہ رُعبِ حسن ہے اللہ اکبر — تصور کو پسینہ آگیا ہے

یقیں محکم ہوا در پر پہنچ کر
کہ ساحل پر سفینہ آگیا ہے

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور آئے تو اتنے کھلے گلاب کے پھول
روش روش پہ مہکنے لگے گلاب کے پھول

لبِ رسولؐ کھلے، کھل اٹھے گلاب کے پھول
جو مضمحل تھے وہ تازہ ہوئے گلاب کے پھول

چمن میں لائی صبا جب حرا سے بوئے نبیؐ
تو لے کے کاسۂ چاہت بڑھے گلاب کے پھول

پڑھی جو نعتِ شہِؐ انبیاء خلوص کے ساتھ
نفس نفس میں مہکنے لگے گلاب کے پھول

درود پڑھ کے جو ہم سو گئے عقیدت سے
ہمارے خواب میں کھلتے رہے گلاب کے پھول

پڑا جو عکسِ جمالِ محمدؐ کی ان پہ
حیا سے رنگ بدلنے لگے گلاب کے پھول

جہاں سے گذرے شہِؐ انبیاء شبِ ہجرت
چراغ لالہ کی صورت جلے گلاب کے پھول

قطعہ نعت

کہتا ہوں دل کا حال رسالت مآبؐ سے
رہتا ہوں بے نیاز عذاب و ثواب سے
ہیں آسمانِ حُسن پہ جتنے بھی ماہتاب
ہوتے ہیں فیضیاب اسی آفتاب سے
چہرے سے آشکار ہے حسنِ ازل کا نور
واللیل زلف، عارضِ گلگوں گلاب سے
رہتا ہوں شہرِ علم سے یوں بھی قریب تر
وابستہ ہو گیا ہوں میں حکمت کے باب سے
میری لحد کی خاک میرا احترام کر
نسبت ہے خاص مجھ کو درِ بوتراب سے
اے رازؔ مانگنا ہے تو بحرِ عطا سے مانگ
بیکار ہے ہر ایک تمنا حباب سے

مہر و ماہ و انجم سب آپؐ کے طفیلی ہیں
آپؐ کا فلک پر بھی فیضِ عام جاری ہے
دُھول پائے اقدس کی زینتِ فلک ٹھہری
کہکشاں نے خوش ہو کر مانگ میں سنواری ہے
صدقہ کر دیا سایہ حُسنِ مصطفائی پر
مالکِ حقیقی نے یوں نظر اُتاری ہے
ہم نے زندگی اپنی نام ان کے کر ڈالی
روزِ حشر بخشش اب ان کی ذمّہ داری ہے
رازؔ دل نہاں کب ہے، کیوں بُلا نہیں لیتے؟
آپؐ تو سمجھتے ہیں کتنی بے قراری ہے

قطعہ

بسے ہیں آپؐ مرے دل میں اپنے گھر کی طرح
مری دعاؤں میں شامل ہیں اک اثر کی طرح
کہیں نہ خرمنِ ہستی میں آگ لگ جائے
یہ مت کہو کہ ہیں خیر البشرؐ بشر کی طرح

حضورِ پاکؐ کے قدموں پہ وارنے کے لئے
جناں سے لے کے فرشتے چلے گلاب کے پھول

جو لوگ جان گئے رتبۂ حبیبؐ خدا
رہِ حیات میں ان کی کھلے گلاب کے پھول

یہ لطفِ رحمتِ عالم کا فیض ہے اے رازؔ
چمنِ نبیؐ تو صحابہ ہوئے گلاب کے پھول

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کیسی سرفرازی ہے کیسی انکساری ہے
مالکِ دو عالم ہیں پھر بھی خاکساری ہے

ہے یہ التجا مولاؐ وہ شمار مت کرنا
دُور جو مدینے سے زندگی گذاری ہے

اس جہانِ خاکی سے عرش کی بلندی تک
آپؐ کے تصرف میں کائنات ساری ہے

عاصیوں کا سہارا ہے مدحت تری
کیا قباحت ہمیں اب قیامت میں ہے
کربلا اور نجف کی زیارت ہوئی
اب یقیناً مدینہ بھی قسمت میں ہے
دنیا والوں سے اے رازؔ کیا مانگنا
کچھ مزہ اور ان کی عنایت میں ہے

نعت رسول مقبول ﷺ

نعت لکھنے کی جو توفیق مقدر سے ملے
ساتھ بخشش کی سند خالقِ اکبر سے ملے
ربط باہم ہو تو ذرہ مہِ انور سے ملے
خود سمندر ہو جو قطرہ بھی سمندر سے ملے
میں رہِ زیست میں منزل کا تعین کھو دوں
راستہ جو بھی ہو مولاؐ وہ ترے در سے ملے
سوزشِ عشق میں جل جاؤں تو اتنا ہو کرم
تیرے پروانے کی یہ خاک ترے در سے ملے

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

دردِ پیہم ضروری محبت میں ہے
ایک سوزِ نہاں تیری چاہت میں ہے
دین و دنیا تمہاری اطاعت میں ہے
ہر نجی آپؐ ہی کی شفاعت میں ہے
کیا کرشمہ محمدؐ کی مدحت میں ہے
مجھ سا عاصی بھی آغوشِ رحمت میں ہے
اور کچھ غم نہیں تیرے غم خوار کو
آنکھ نم ہے تو وہ بھی ندامت میں ہے
عجز کی عظمتیں صبر کی لذتیں
کیا تحمل کا جوہر شجاعت میں ہے
جو کہا وہ کلامِ خدا بن گیا
کیا عجب شانِ حسنِ بلاغت میں ہے
کی نگاہِ کرم تو جہاں دے دیا
کیسی عظمت تمہاری سخاوت میں ہے

چودہ مے خانے ہیں اے رازؔ کہیں سے پی لے
گھر سے احمدؐ کے ملے یا درِ حیدرؑ سے ملے

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بشر اپنا سا تجھ کو کہہ رہا ہے
یہی اس دور کا اک سانحہ ہے

محمدؐ کا یہ ادنیٰ معجزہ ہے
ہتھیلی پہ جو پتھر بولتا ہے

عقیدت کی یہ حدِ ارتقاء ہے
مرے لب پہ محمدؐ کی ثنا ہے

ہمارے ساتھ آقا کی ثنا میں
ذرا سنیئے فرشتوں کی صدا ہے

فلک کی مانگ میں، جو کہکشاں ہے
محمدؐ مصطفیٰ کی گردِ پا ہے

شمیمِ گل مری جانب نہ آنا
مری سانسوں میں کوئی بس گیا ہے

تمہاری دید کی حسرت کے صدقے
نظر میری بہت ہی پارسا ہے

بلا لو رازؔ خستہ کو مدینہ
یہ ڈھلتی رات کا بجھتا دیا ہے

مجھ کو معراجِ محبت ہو عطا اس درجہ
روزِ محشر میری صورت بھی ابوذرؓ سے ملے

مثلِ بہلول یہ دیوانہ بھی جنت بانٹے
مانگنے والوں کو ہر شے ترے نوکر سے ملے

میرے عصیاں تری رحمت سے زیادہ تو نہیں
کیوں نہ بخشش کی سند بھی اسی دفتر سے ملے

میرے پرکارِ عقیدت کا ہو مرکز سچّا
دائرہ جو بھی ہو جا کر اسی محور سے ملے

میرے ساقی جو تری نظرِ کرم ہو جائے
بڑھ کے کوثر ترے مے خوار کے ساغر سے ملے

آج انسان اگر پھر سے سنبھلنا چاہے
لازمی ہے کہ وہ جھک کر میرے رہبرؑ سے ملے

آج اک دوست سے مل کر ہمیں کچھ ایسا لگا
جیسے انساں سے نہیں ہم کسی پتھر سے ملے

دوست احباب تو رکھتے ہیں محبت کا بھرم
داد وہ ہے جو سخنور کو سخنور سے ملے

جامِ ولا کی چھوٹ پڑی ہے غریب پر
شیشے میں سُرخ شرم سے جو عرقِ ناب ہے
مولاً ترے غلام بھی شاہوں سے بڑھ گئے
صدیق ہے کوئی تو کوئی بوترابؑ ہے
قبضے میں تیرے سارے زمانے کی گردشیں
اُنگلی کے اک اشارے سے شق ماہتاب ہے
انساں کے بس کی بات نہیں مدحتِ رسولؐ
جو بات ہے خدا کی قسم لا جواب ہے
جو بھی رسولؐ پاک کی دہلیز پر جھکا
دنیا و آخرت میں وہی کامیاب ہے
اپنا سا کہہ کے اِن کی نہ عظمت گھٹا سکا
اے بد نصیب تیرا مقدّر خراب ہے
اے فخرِ انبیاء تری مدحت میں کیا کروں
تیری ثنا کو وقف خدا کی کتاب ہے
مانگو مدد خدا سے ثنائے رسولؐ میں
ساگر ہے ذکرِ پاک یہ بندہ حباب ہے

قطعہ

دل میں ہلچل ہے کہ نعتِ شہِ لولاک لکھوں
اور قلم سر کو جھکائے ہوئے خاموش سا ہے
جذبۂ عشق بھی سچا ہے قلم بھی سچا
فن تو مجبور ہے یاں مرحلہ ادراک کا ہے

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جوبن پہ ہے بہار شب ماہتاب ہے
جذبے جواں ہیں لیلیٰ شب بے نقاب ہے
واعظ تجھے قسم ہے نہ لب کھولنا ابھی
دستِ نبیؐ سے پی ہے نشہ بے حساب ہے
اس مے کی بو کو سونگھ کے آئے ہیں انبیاء
مولاؑ کا مے کدہ ہے ولا کی شراب ہے

ظلمت کدوں میں دھول اڑی کفر مٹ گیا
جلووں سے مصطفیٰؐ کے زمیں آسماں ہوئی

آلِ رسولؐ پاک زمانے پہ چھا گئی
نسلِ عدو تباہ ہوئی بے نشاں ہوئی

چوما لبوں کو آکے فرشتوں نے عرش سے
صرفِ درود جب بھی ہماری زباں ہوئی

ساغر ولا کے خود ہی لبوں تک پہنچ گئے
ساقی کی چشمِ ناز جونہی مہرباں ہوئی

حاجی کوئی ملا تو مرا دل تڑپ اٹھا
خواہش مدینہ جانے کی پھر سے جواں ہوئی

چپکے سے آکے دل میں مرے رازؔ پڑھ لئے
یوں ذاتِ مصطفیٰؐ بھی مری رازداں ہوئی

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سلام اے آمنہ کے چاند اے تنویرِ ربانی
حبیبؐ کبریا، خیرالبشرؐ، محبوبؐ سبحانی

صدقے میں پنجتن کے مدینہ بلا بھی لیں
ہے رازؔ بے قرار بڑا اضطراب ہے

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ منزلت نصیب کسی کو کہاں ہوئی
عرشِ بریں پہ ذاتِ خدا میزباں ہوئی
سب انبیاء پہ آپؐ کی عظمت عیاں ہوئی
قدموں کی خاک آپؐ کے جب کہکشاں ہوئی
ذکرِ نبیؐ سے پاک جو میری زباں ہوئی
توبہ قبول ذاتِ خدا مہرباں ہوئی
میں نے جو مشکلات میں نامِ نبیؐ لیا
رحمت خدا کی بڑھ کے مری پاسباں ہوئی
محشر کی سخت دھوپ سے مجھ کو اماں ملی
رحمت رسولؐ پاک کی جب سائباں ہوئی

جدا کرتے ہیں قرآں کو یہ ناداں تیری عترت سے
یقیناً لے کے ڈوبے گی انہیں ان کی یہ نادانی
محمدؐ کو کہو، خود سا ستاؤ ان کی عترت کو
عبث ہے خواہشِ جنت بزعمِ فکرِ شیطانی
ہمارا فرض ہے یہ رازؔ جتلادیں زمانے کو
محمدؐ کی غلامی میں ہے پوشیدہ جہانبانی

قطعہ

اس دکھی جمعیّت کے آپ ہی تو یاور ہیں
عاصیوں کے محشر میں آپؐ ہی تو داور ہیں
نعت کہہ نہیں سکتا نذر لے کے آیا ہوں
پھول کچھ عقیدت کے آپؐ پر نچھاور ہیں

ہوئی یوں وادیٔ بطحا میں جلووں کی فراوانی
کہ جیسے آبشارِ نور کا نتھرا ہوا پانی
تجھے کیسے کہوں اے نورِ کل میں یوسفِ ثانی
کہ یوسف کر رہے روئے انور کی گمس رانی
تری خاطر بنایا ہے خدا نے ساری دنیا کو
شہادت کے لئے نازل ہوئیں آیاتِ قرآنی
تری زلفوں کے صدقے ہوگئی والیل کی سورت
ہر اک موقع پہ کی یٰسین نے تیری نگہبانی
ترا مشرب فقیری تھا ترا منصب شہنشاہی
تری نعلین کی زد میں تھے سارے تاجِ سلطانی
جہاں کی قوتیں تیرے اشاروں پر تھرکتی تھیں
غلاموں میں ترے موجود اوصافِ سُلیمانی
ملائک کا مقدر تیرے دروازے سے وابستہ
ہوئی جبرئیل کو تفویض تیرے در کی دربانی
اُحد میں اور طائف میں بہا تھا جو لہو تیرا
اسی کا خوں بہا اب دے رہی ہے نسلِ انسانی

علیؑ کے پاؤں کا دھون یہ مشک و عنبر ہے
جو بو پسینے کی پا لے تو وہ قلندر ہے
علیؑ صدف میں رسالت کے ایک گوہر ہے
ہے بابِ علم بھی اور علم کا سمندر ہے
مہد میں دیکھو تو پہلا شکار اژدر ہے
شباب آئے تو دو انگلیوں پہ خیبر ہے
علیؑ کے در پہ جھکائی جبیں تو ایسا لگا
کہ جیسے سجدے میں کعبہ میرے برابر ہے
بشر شعور کی منزل پہ آگیا شاید
کہ اب نشانِ شجاعت نشانِ حیدرؑ ہے
خدا رسولؐ ہی جانیں علیؑ کے رتبے کو
ثنائے شیرِؑ خدا اپنے بس سے باہر ہے
وصیتِ ابو طالبؑ ہے آج پیشِ نظر
وہی نبیؐ کی حفاظت ہے اور بستر ہے
چھپاؤں آپؑ سے رازؔ دلی ہے ناممکن
یہ میرا دل تو نہیں ہے یہ آپ کا گھر ہے

قطعہ

ہے درد دل میں سوزشِ فرقت جگر میں ہے
جنت نہیں ہے اب تو مدینہ نظر میں ہے
آقا ترا کرم ہے فقط تیری دین ہے
تھوڑی سی روشنی جو نگاہِ بشر میں ہے

منقبت

یہ کس کی بات ہے یہ کس کا ذکرِ اطہر ہے
ہوائیں رقص کُناں ہیں فضا معطر ہے
علیؑ کے در کی گدائی مرا مقدر ہے
خدا گواہ شہنشاہیت سے بہتر ہے
مقام جس کا فرشتوں میں سب سے برتر ہے
علیؑ کے در کا وہ ادنیٰ سا ایک نوکر ہے

آج ہیں من کنت مولا سے فضائیں مشکبار
رشکِ فردوسِ بریں کیا خم کا میداں کر دیا
کیا شبِ معراج کو باتیں ہوئیں اس راز کو
خم کے میداں میں محمدؐ نے نمایاں کر دیا
دوستوں کے دل مثالِ گلُ مہک دینے لگے
کچھ کو اعلانِ نبوت نے پریشاں کر دیا
معنیٔ کارِ رسالت پا گئے اہلِ خرد
آیۂ بلّغ نے افشا رازِ پنہاں کر دیا
گویا میزانِ محبت بن گیا خمِ غدیر
فرق مومن اور منافق میں نمایاں کر دیا
اب بھی صدیوں کی جبیں پر نقش ہے قولِ رسولؐ
کفر کے مدِّ مقابل کلِ ایماں کر دیا
کر کے اعلانِ ولایت بر سرِ خمِ غدیر
چہرۂ اسلام کو کچھ اور تاباں کر دیا
نامِ حیدر لکھ کے کفنی پر کیا کارِ جلیل
قبر کو اس نام نے میری درخشاں کر دیا

منقبت

اہتمامِ مشک و عنبر کیجیے
پھر ادب سے ذکرِ حیدرؑ کیجیے

معرکہ ایسا کوئی سر کیجیے
حضرتِ حرؑ سا مقدر کیجیے

جوں وضو لازم ہے پیش از بندگی
ذکرِ سلمانؓ و ابوذرؓ کیجیے

گر غلامی کا چلن درکار ہے
آیئے تقلیدِ قنبرؓ کیجیے

یا علیؑ کہنا جو بدعت ہے حضور
کیجیے اس کو مکرر کیجیے

خضر بھی مشکل کشا مانیں جسے
ہاں کسی ایسے کو رہبر کیجیے

رازؔ دنیا کے لئے سب کچھ کیا
کچھ برائے روزِ محشر کیجیے

منقبت

کام مشکل تھا مرے مولاؑ نے آساں کر دیا
مدحِ حیدرؑ نے مری بخشش کا ساماں کر دیا

نہ آتے حضرتِ عباسؑ گر زمانے میں
وفا کا نام زمانے سے مٹ گیا ہوتا
لہو حسینؑ کا ملتا نہ گر سرِ مقتل
چراغ دینِ محمدؐ کا بجھ گیا ہوتا
تو بدنصیب ہے اے رازؔ جا کے لوٹ آیا
درِ علیؑ پہ جبیں رکھ کے مر گیا ہوتا

منقبت

یہ کس کی رونمائی ہے یہ کس کی پیشوائی ہے
ابو طالبؑ کے در پر خود ہی جنت چل کے آئی ہے
اگر کچھ پوچھنا ہے پوچھ لو افلاک کی باتیں
مری فکرِ رسا کی آج طوبیٰ تک رسائی ہے
وہ دنیا بھر کو دینے کے ہوا قابل بہ کرّ و فر
درِ حیدرؑ پہ جس نے بھی جبیں اپنی جھکائی ہے
مقدر ہے درِ حیدرؑ پہ جھک کر آنے والوں کا
جہاں شاہی کی شاہی ہے گدائی کی گدائی ہے

وہ نجف کی سرزمیں اور رازؔ خستہ کی جبیں
مورِ بے مایہ کو ہم دوشِ سلیماںؑ کر دیا

منقبت

اگر نہ دہر میں محبوبؐ کبریا ہوتا
یہ کائنات نہ ہوتی فقط خدا ہوتا
علیؑ نے مہر نبوت پہ کیوں قدم رکھے
قدِ دراز کوئی کام آگیا ہوتا
یہ ایک واضح ہدایت تھی جانشیں کے لئے
وگرنہ کوئی بھی بستر پہ سو گیا ہوتا
برائے خاص علیؑ کو بلایا خیبر میں
بڑے بڑے تھے کسی کو علم دیا ہوتا
گلوں کی صحبتیں فطرت کو گر بدل سکتیں
تو خارِ گل کی لطافت کو پا گیا ہوتا

منقبت

آگیا ملکِ امامت کا وہ پہلا تاجدار
جس کی ہر کاوش نبوت کی ہوئی آئینہ دار
رحمتیں ہیں جوش میں ہے مہرباں پروردگار
جھولیاں بھر لو کرم سے ہے یہ لمحہ سازگار
پڑ رہی ہے گلشنِ مدحت پہ رحمت کی پھوار
گنگناتی ہیں ہوائیں اور فضا ہے مشکبار
آبِ نیساں آج برسے گا بفضلِ کردگار
اے صدف لب کھول دے اب اپنے دامن کو پسار
ہے مئے حبِّ علیؑ کا ذہنِ شاعر پر خمار
ساقیا بڑھ کر ذرا سے خانۂ مدحت سنوار
پھٹ پڑی جوشِ مسرت سے کہا خوش آمدید
اپنی خوش بختی پہ خوش ہے آج کعبہ کی جدار
مانگ لو جو مانگنا ہے آج مولاؑ کے طفیل
جھولیاں بھر کر اٹھیں گے آج سب امیدوار

علیؑ کا ذکر کرتے ہیں ہماری بات اونچی ہے
نوا والوں پہ بھاری اب ہماری بے نوائی ہے

یہ کہئے آپ کعبہ میں ولادت ہے بڑی عظمت
میں کہتا ہوں علیؑ نے عظمتِ کعبہ بڑھائی ہے

چمن کے پتے پتے کو دیا ہے غسل شبنم نے
کلی نورِ سحر کی جھیل میں گویا نہائی ہے

سپاہِ این، سپاہِ آں فلاں کی فوج کا دستہ
یہ سب چھٹ جائینگی ٹھہرے ہوئے پانی پہ کائی ہے

ہزاروں بار ہم کو آزمایا ہے یزیدوں نے
خدا کا شکر ہے ہر بار اپنے منہ کی کھائی ہے

ہے قدموں میں ہمارے گردشِ دوراں کی سرتابی
علیؑ والوں کے آگے کوہِ غم بھی مثلِ رائی ہے

زمانہ پھنس گیا ہے دولتِ دنیا کے چکر میں
درِ مولاؑ کو چوم آئے یہی اپنی کمائی ہے

مدینے بھی چلیں گے رازؔ اب آہستہ آہستہ
نجف کی سرزمیں پر ہم نے قسمت آزمائی ہے

جو انبیاء کی مصیبت میں کام آتا رہا
مصیبتوں میں بلاؤ تو کوئی بات بنے

رہِ وفا میں حسینی مزاج لے کے چلو
یزیدیت کو جھکاؤ تو کوئی بات بنے

حسین نے جو بہتر نکات بخشے ہیں
اُسی نظام کو لاؤ تو کوئی بات بنے

زمانہ تیرگیٔ کفر میں بھٹکتا ہے
نئے چراغ جلاؤ تو کوئی بات بنے

چراغ لالہ کی مانند آندھیوں سے لڑیں
کچھ ایسی شمعیں جلاؤ تو کوئی بات بنے

یہ کیا کہ جلتے چراغوں سے روشنی چھینیں
بجھے چراغ جلاؤ تو کوئی بات بنے

دیئے میں تیل بھی ہے روشنی کی چاہت بھی
ذرا سا لو کو بڑھاؤ تو کوئی بات بنے

حسینیت سے ملے گا تمہیں شعورِ حیات
ضمیر اپنا جگاؤ تو کوئی بات بنے

حضرتِ واحد نے بھی کھولی ہے مدحت کی دکان
چوکتے ہیں کب بھلا موقع سے یہ دوکاندار
آپ کو تو رازِؔ دل معلوم ہے مولا علیؑ
پھر سے روضے پر بلا لیجے فقط بس ایک بار

قطعہ

جنوں یہ کہتا ہے اب تو آقاؑ خرد کے دامن کو چاک کر لوں
یہ شعلۂ عشق اور ہجر کے وجود اپنا میں خاک کر لوں
مدینہ جانے کی آرزو ہے مگر نجف آئے راستے میں
کہ اپنے جذبوں کو پہلے آقاؑ تمہارے در پر میں پاک کر لوں

منقبت

علیؑ کے در پہ جو آؤ تو کوئی بات بنے
سرِ نیاز جھکاؤ تو کوئی بات بنے

قطعہ

انسان کیسا فرقہ پرستی میں بٹ گیا
رشتہ وفا و مہر کا ہر دل سے کٹ گیا
سو دائروں میں مسخ ہے دینِ محمدی
پرکار جب سے نقطۂ اصلی سے ہٹ گیا

منقبت

جوبن پہ ہے بہار فضا مشکبار ہے
گلشن میں آج آمدِ جانِ بہار ہے
ممدوح میرا خلق کا وہ تاجدار ہے
ہر ذرہ جس کے لطف کا امید وار ہے
تخلیقِ کائنات کا وہ راز دار ہے
پتھر میں رزق دینے کا جو ذمہ دار ہے

تھے جس سے قیصر و کسریٰ کے بام و در لرزاں
وہی وقار دکھاؤ تو کوئی بات بنے
شرافتوں کا زبانی ثبوت نا منظور
عمل کو سامنے لاؤ تو کوئی بات بنے
خود اپنے واسطے جینا بھی کوئی جینا ہے
کسی کا ہاتھ بٹاؤ تو کوئی بات بنے
نقیبِ وقت ہیں ہم لوگ رازِ ہستی کے
ذرا قریب جو آؤ تو کوئی بات بنے

قطعہ

زمانہ ہم سے خراجِ حیات مانگتا ہے
سخن وروں سے نیا التفات مانگتا ہے
زبانی دعووں سے اب لوگ کب بہلتے ہیں
یہ دور تم سے حسینی صفات مانگتا ہے

منقبت

روحِ تفسیر اِنّما زہرا ۖ مرکزِ حسنِ ہل اَتیٰ زہرا ۖ
آپ کا دے کے واسطہ زہرا ۖ جو بھی مانگا مجھے ملا زہرا ۖ
جس کو روح الامین کہتے ہیں آپ کے در کا ہے گدا زہرا ۖ
آل، اولاد، عزت و شہرت آپ نے کیا نہیں دیا زہرا ۖ
بڑھ کے جبرئیل نے قلم چوما میں نے کاغذ پہ جب لکھا زہرا
مرضیِ رب ہے آپ کی مرضی جو کہا منہ سے ہو گیا زہرا ۖ
بن کے درزی تمہارے بچوں کا در پہ رضوان آگیا زہرا ۖ
موت بھی بن رضا نہیں آتی مرحبا تیرا مرتبہ زہرا ۖ
بھیجدے بھیجے امام آخر کو ہو گئی اب تو انتہا زہرا

کیوں کہوں آپ سے میں رازِ دلی
آپ کو کیا نہیں پتا زہرا ۖ

قطعہ

ادراک ہے سہا ہوا خاموش ہے تدبیر

شیرِ خدا ہے قوتِ پروردگار ہے
ٹھوکر میں اس کی گردشِ لیل و نہار ہے
آئینہ گر ہے حسنِ نظر کا نکھار ہے
آئینہ مصطفیٰؐ ہیں وہ آئینہ دار ہے
مشکل کشا معینِ دمِ کار زار ہے
ہر معرکے میں خلقِ خدا کی پکار ہے
ہر دردِ لا دوا کی دوا اس کی خاکِ پا
حقا حیات و موت پہ با اختیار ہے
لوحِ جہاں پہ کلکِ مقدس کا راز داں
قبضے میں اس کے کارگہِ کردگار ہے
جس کی عطا سے سانس کا بندھن ہے برقرار
صد حیف اس کا نام بھی ذہنوں پہ بار ہے
اے رازؔ اپنے مرکزِ اصلی پہ لوٹ چل
بے اعتبار زیست کا کیا اعتبار ہے

منقبت

ہے لازمی کہ کروں پہلے حمدِ ربِّ عظیم
کہ جس کی ذات ہے ہر حال میں سمیع و علیم
پھر اس کے بعد ثنائے رسولؐ بہ تعظیم
کہ جس کی ذات پہ نازل ہوا قرآنِ حکیم
چمن میں لائی نویدِ بہار بادِ نسیم
روش روش پہ ہے رقصاں گلِ جناں کی شمیم
جناں کو چھوڑ کے دنیا میں فاطمہؑ آئیں
رسولؐ پاک کی بر آئی آرزوئے قدیم
خدیجہؑ بی بی کی گودی میں شرحِ کوثر ہے
لبوں پہ شاہِ ہدیٰ کے ہے شکرِ ربِّ کریم
اذان کانوں میں بیٹی کے جب رسولؐ نے دی
خدا کے دین پہ لازم ہوئی تری تحریم
امامؑ آئیں گے گیارہ اسی وسیلے سے
انہی کی ذات بنے گی رسولؐ حق کی ندیم

بے بس ہوں بیاں کیسے کروں آپؐ کی توقیر
ہیں ختمی رسلؐ خوابِ براہیمؑ کی تعبیر
زہراؑ ہیں دعائے شہِ لولاکؐ کی تاثیر
اب اس سے سوا اور کہوں بھی تو بھلا کیا
کہتا ہے زمانہ تمہیں قرآن کی تفسیر

منقبت

طائرِ فکر و نظر ہے اوج پر
ہے پرِ جبرئیلؑ پر میری نظر
حدِّ فاصل ہے میانِ خیر و شر
فاطمہؑ لختِ دلِ خیرالبشرؐ
بھیک ملتی ہے انہیں کے نام پر
لینے آتے فرشتے بال و پر
ہیں طفیلی جس کے یہ شمس و قمر
فاطمہؑ اس نور کی نورِ نظر
زندگی ہوتی ہے اس کی معتبر
فاطمہؑ زہرا کی ہو جس پر نظر
ہیں علیؑ احمدؐ کے دل کی آرزو
یہ خدیجہؑ کی دعاؤں کا اثر
ہے درِ جنت سے بہتر در ترا
آسماں والوں کا منظورِ نظر
جنتِ ارضی کو یونہی چھوڑ کر
کوئی ابؔ جائے بھی تو جائے کدھر

رازؔ ہر اک سانس ان کے نام کر
زندگی ملتی نہیں بارِ دگر

منقبت

رشکِ جنت ہے مدینہ آج یکسر دیکھنا
پنجتنؑ کے باغ میں چوتھا گلِ تر دیکھنا
فاطمہؑ کی گود میں ماہِ منور دیکھنا
آسماں والو! ذرا جھک کر یہ منظر دیکھنا
جس طرح ہے اک عبادت روئے حیدرؑ دیکھنا
ہوگیا شانِ عبادت ان کا دلبرؑ دیکھنا
لوگ کہتے ہیں نہ تھا سایہ رسولؐ پاک کا
اب حسنؑ کی ذات میں عکسِ پیمبرؐ دیکھنا
آئینہ گر کا ہے حسنِ ارتقائی اوج پر
آئینہ در آئینہ عکسِ مکرر دیکھنا
لے کے گودی میں حسنؑ کو آج احمدؐ ہیں نہال
کس قدر نکھرا ہوا ہے روئے انور دیکھنا
حلم و تدبیر و تحمل میں محمدؐ کی نظیر
قوت و حشمت میں ہیں تصویرِ حیدرؑ دیکھنا

انہی کے دم سے ہے قائم وقارِ انسانی
انہی کی ذات سے نسواں ہے قابلِ تکریم
رسولؐ پاک کی توقیر تو خدا جانے
دلیل عظمتِ زہراؑ رسولؐ کی تعظیم
جناں کے در پہ لکھا ہے انہی کے زوج کا نام
انہی کے ہاتھ میں ہے نار و خلد کی تقسیم
انہی کے دم سے نظامِ حیات چلتا ہے
انہی کے نام سے قائم ہے دین کی تعظیم
جمیل یوں تو زمانے میں اور بھی ہوں گے
زمانہ لائے ذرا کوئی فاطمہؑ سا وسیم
مدینہ جا کے سنائیں گے رازؔ دل اپنا
کئے ہوئے ہیں یہ ہم دل میں اپنے عزم صمیم

منقبت

ہے آج اپنی ذات پہ نازاں حسنؑ کی ذات
گودی نبیؐ کی رحل ہے قرآں حسنؑ کی ذات

مثلِ رسولؐ دیں کی نگہباں حسنؑ کی ذات
ہر ثروتِ جہاں سے گریزاں حسنؑ کی ذات

ہے علم و آگہی کا کھلا مدرسہ حسینؑ
اہلِ یقیں کو مرکزِ ایقاں حسنؑ کی ذات

خوابِ خلیلِ پاک کی تعبیر ہیں حضورؐ
ختمی رسلؐ کے قلب کا ارماں حسنؑ کی ذات

ہیں پنجتنؑ کے نور کی چوتھی کرن حسنؑ
حیدرؑ کی جاں رسولؐ کا ارماں حسنؑ کی ذات

تمکینِ حسنِ یوسفِ کنعاں کہوں انہیں
ایوبؑ وقت فخرِ سلیماںؑ حسنؑ کی ذات

ہیں پنجتنؑ بہار دو عالم کا سلسلہ
جانِ بہار، روحِ گلستاں حسنؑ کی ذات

کج نظر تو تولتا ہے سب کو پتھر کے حساب
جوہری کا کام ہے پتھر میں جوہر دیکھنا
پنجتنؑ کو ہم نے اپنا رہنما مانا ہے یوں
ہے تقاضائے خرد بہتر سے بہتر دیکھنا
آج لختِ دل لگن میں گن کے رکھ لیجے کہ کل
کربلا والے شہیدوں کے برابر دیکھنا
در پہ آئے ہیں سوالی بن کے اے سبطِ رسولؐ
ہو عنایت کی نظر محشر میں ہم پر دیکھنا
کیا یہی کافی نہیں ہم ہیں غلامِ پنجتنؑ
نامۂ اعمال میں کیا بندہ پرور دیکھنا
منقبت لکھ کر غلامی کا شرف ہم پا گئے
رشک فرمائیں گے ہم پر آج قنبرؓ دیکھنا
دوستو! رازِؔ حزیں کو اب نہ روکو شب بخیر
ہے درِ جنت پہ جا کر اپنا نمبر دیکھنا

نورِ خدا کا مرکز و محور رسولِ پاکؐ
منہ بولتی رسولؐ کی تصویر ہیں حسنؑ
رازؔ حیاتِ مذہب اسلام ان کی ذات
دینِ خدا کی دائمی توقیر ہیں حسنؑ

منقبت

حسنؑ کے نور سے روشن وفا کے کوہ و دمن
حسنؑ ہیں نورِ محمدؐ کی باوقار کرن
وہ ماہتابِ امامت کہ جس کا نام حسنؑ
کرم سے جس کے منور امید کا آنگن
رہِ طلب میں محمدؐ کا نورِ عین حسنؑ
حسنؑ ہیں منزلِ ایماں کی مشعلِ روشن
وہی حسنؑ کہ مزاجِ رسولؐ جس کا چلن
کھلائے جس نے ہر اک گام چاہتوں کے چمن

شبیرؑ انتہائے عقیدت کا نام ہے
تھا کتابِ حلم کا عنواں حسنؑ کی ذات
اے رازؔ کیوں کسی کو سناتے ہو حالِ دل
ہوگی ہمارے درد کا درماں حسنؑ کی ذات

منقبت

نامِ خدا وہ ذاتِ ہمہ گیر ہیں حسنؑ
تھا رسولؐ پاک کی جاگیر ہیں حسنؑ
قرآن ہے صحیفۂ توصیفِ پنجتنؑ
اور اس کتابِ عشق کی تفسیر ہیں حسنؑ
تکبیر ہے ستون محمدؐ کے دین کا
لا ریب روحِ نعرۂ تکبیر ہیں حسنؑ
اک خاص سلسلہ ہے خدا اور رسولؐ میں
اس سلسلہ کا حلقۂ زنجیر ہیں حسنؑ
جو شاہکارِ خالقِ اکبر ہے دوستو!
اس نورِ کبریائی کی توقیر ہیں حسنؑ

میداں میں دیکھیے تو شہِ لافتیٰ حسنؑ
صلح کی بات آئے تو ہیں مصطفیٰؐ حسنؑ

دینِ خدا نے آپؑ سے پائی ضیاء حسنؑ
حقّا کہ آپ منبعِ جود و سخا حسنؑ

ساحل سمٹ کے آگیا موجوں کے ساتھ ساتھ
کشتی دیں کے ہو گئے جب نا خُدا حسنؑ

باطل کی سازشوں کا بھرم خاک میں ملا
جب ہوگئے مرقعِ صبر و رضا حسنؑ

راہِ وفا میں دونوں کا کردار ایک ہے
شبیرؑ گر بناء ہیں تو دیں کی بقا حسنؑ

تاریخ ساز فیصلے شاہد ہیں آج بھی
صدق و منافقت میں ہیں اک فاصلہ حسنؑ

لختِ جگر لگن میں سجا کر کیا وہ کام
کرب و بلا سے ہوگئے اک سلسلہ حسنؑ

جو مانگنا ہے رازؔ تجھے مجتبیٰؑ سے مانگ
اللہ اور رسولؐ میں ہیں رابطہ حسنؑ

وہ خوش نصیب کہ زہراؑ سی ماں ملی جس کو
وہ با وقار کہ نانا ہے جس کا شاہِ زمنؐ
کرم سے جس کے ملائک بھی فیضیاب ہوئے
ضیائے مہر ہوئی جس کے پاؤں کا دھوون
حیاتِ پاکِ رسالت مآبؐ کا پرتو
قرآنِ پاک ہے جس کی حکایتوں کا متن
جو بات صلح کی آئے تو دل گداز بھی ہے
جو جنگ ہو تو علیؑ جیسے پیکرِ آہن
ہمیں بھی جرأتِ صبر و رضا عنایت ہو
ہر ایک سانس میں محسوس ہو رہی ہے گھٹن
درِ حسینؑ تو یہ راز چوم آیا ہے
مدینہ حاضری دینے کے کر رہا ہے جتن

منقبت

تصویرِ مصطفیٰؐ ہیں تو ہیں آئینہ حسنؑ
آیاتِ کردگار کا اک معجزہ حسنؑ

منقبت

ہے لازمی کہ کروں پہلے حمدِ ربِّ قدیر
کہ جس کی ذات ہے ہر حال میں سمیع و بصیر
پھر اس کے بعد محمدؐ کی نعت ہو تحریر
ہے جن کی ذات مبارک متاعِ عالمگیر
گرے ہیں شکر کے سجدے میں یوں جنابِ امیرؑ
حسنؑ کی شکل میں ان کو ملا ہے خیرِ کثیر
حسنؑ ہیں سورۂ کوثر کی اولیں تفسیر
نبیؐ کے دل کی دعاؤں کو مل گئی تاثیر
زمیں سے تابہ فلک کھنچ گئی ضیاء کی لکیر
زمیں پہ آگیا جنت سے روشنی کا سفیر
میں لکھنے بیٹھا جو مدحِ حسنؑ خلوص کے ساتھ
نہ جانے کیسے محمدؐ کی بن گئی تصویر
حسنؑ غنی بھی سخی بھی وفا کے پیکر بھی
بدل دیں امن سے جنگ ایسے ہیں یہ باتدبیر

منقبت

اے جگر گوشۂ جنابِ امیرؑ
اے محمدؐ کی بولتی تصویر

مرحبا فاطمہؑ کے بدرِ منیر
مرحبا امن و آشتی کے سفیر

ایک تاریخ گر کی اک تحریر
بن گئی اک متاعِ عالمگیر

نام اس کا حسن رکھا جاتا
کاش ہوتی جو نور کی تصویر

سب کے لب پر حسنؑ حسنؑ ہوگا
جاگ لینے دو آدمی کا ضمیر

نقشِ کوثر بنا رہا تھا میں
بن گئی مجھ سے آپ کی تصویر

شام کی ظلمتیں سمٹنے لگیں
آگیا صبح کی ضیاء کا سفیر

ایک مخرج ہے ایک منبع
پانچ انوار ایک ہی تنویر

لوحِ محفوظ پر ہے ان کی نظر
جنبشِ لب کا نام ہے تقدیر

کو بہ کو جنتوں میں گھر بانٹے
میرے مولاؑ تمہارے در کا فقیر

گرمیِ حشر کی نہیں پروا
میرے سر پر ہے سایۂ تطہیر

مجھ کو دنیا فریب کیا دے گی
میں ہوں پیدائشی حسنؑ کا فقیر

رازؔ بخشش کی شبھ گھڑی لکھو
پندرہ رمضان اور بروزِ پیر

رازِ دل جانتے ہیں مولا حسنؑ
ہے عبث سب کے سامنے تشہیر

کرو گریز تقابل سے دوستو! واللہ
کہ زد میں آتی اس طرح نور کی تو قیر
یہی ہے رازؔ عقیدت یہی وفا کا کمال
زمانہ مجھ کو کہے دیکھ کر حسنؑ کا فقیر

منقبت

خدا رکھے یہ اعجازِ علیؑ ہے
ہماری بات اوروں سے بڑی ہے
کوئی ہستی جناں سے آ رہی ہے
نبوت گود پھیلائے کھڑی ہے
صبا نے جانے کیا مژدہ سنایا
جدارِ کعبہ ہنس کر کھل گئی ہے
ولا کے پھول جھڑتے ہیں زباں سے
زباں اپنی ولا کی پھلجڑی ہے

علی کے لعل نے مثلِ محمدِ عربی
قلم کے وار سے کاٹی ہے ظلم کی شمشیر
خدنگِ جنگ کو بے کار کر گئی واللہ
حسنؑ کے کلکِ تدبر کی ایک ہی تحریر
بشر بشر کی زباں پر حسنؑ حسنؑ ہوگا
ذرا سا جاگ تو لینے دو آدمی کا ضمیر
یہ کربلا تو بہت پہلے ہو گئی ہوتی
اگر نہ کرتے حسنؑ اس کو صلح سے زنجیر
بڑھا سکا نہ عدو ایک بھی قدم آگے
حسنؑ نے کھینچ دی خونِ جگر سے ایسی لکیر
کوئی جنازہ نکل کر پلٹ کے پھر آئے
مثال ایسی نہیں ہے نہ ایسی کوئی نظیر
کہاں وہ نور کا ساگر کہاں جزیرۂ کفر
کہاں وہ مرشدِ کامل کہاں وہ اک بے پیر
تمام رات کا یہ رت جگا یونہی تو نہیں
جگانے آئے ہیں قسمت کو صاحبِ تقدیر

توجہ دو نہ دشمن پر علیؑ کے
اسے ہذیان ہے یہ بزبڑی ہے
بذریعہ کربلا پہنچوں مدینہ
یہ خواہش خونِ دل پی کر پلی ہے
یہی ہے رازؔ اپنی رفعتوں کا
لبوں پر اپنے ہر دم یا علیؑ ہے

منقبت

علیؑ کا ذکر ذکرِ مصطفےؐ ہے
نبیؐ کی نعت حمدِ کبریا ہے
ولادت بھی علیؑ کا معجزہ ہے
خدا کا گھر زچہ خانہ بنا ہے
نزولِ رحمتِ ربِّ علا ہے
ہر اک سو ذکرِ حیدر ہو رہا ہے

نہ کیوں جگ مگ کرے محفل کو ساری
ہماری منقبت موتی جڑی ہے
ملک حیران ہو کر دیکھتے ہیں
مدینہ ہے کہ بطحا کی گلی ہے
منزہ ہے ہمارے دل کا شیشہ
کہ اس شیشے کا جوہر یا علیؑ ہے
نکلتا ہے اندھیروں کو اجالا
منڈھے کب بیل ظلمت کی نجھی ہے
کہاں تم اور کہاں ماتم کی لذت
تمہارے ہاتھ میں تو ہتھکڑی ہے
لگایا نعرۂ حیدرؑ تو دیکھا
زمیں پر شیخ کی پگڑی پڑی ہے
علیؑ والے نہیں غیبت کے عادی
ہمیشہ مونگ چھاتی پر دلی ہے
لگائیں گے سرِ بازار نعرہ
ذرا ہم بھی تو دیکھیں کیا تری ہے

محبت سے رہو آپس میں مل کر
لڑائی میں بھلا رکھا ہی کیا ہے
سعیدؔ خوش نوا کے اپنے گھر میں
ہو اگلے سال محفل یہ دعا ہے
چلو اے رازؔ پھر در پر علیؑ کے
جہاں اک سال اپنا سر جھکا ہے

منقبت

غمِ حسینؑ مناؤ کہ یہ عبادت ہے
سرِ نیاز جھکاؤ کہ اس میں عزت ہے
سجاؤ سینوں کو زخموں سے ان کے ماتم میں
ہر ایک زخم بریت کی اک ضمانت ہے
ہر ایک درد کا درماں ہے ذکرِ کرب و بلا
یہ غم وہ غم ہے کہ اس غم میں ہی شفاعت ہے

نشہ وہ ذکرِ حیدرؑ نے دیا ہے
زباں خاموش ہے دل بولتا ہے
مدینہ ہے نجف ہے کربلا ہے
یہی جنت کا سیدھا راستہ ہے
وہی اوجِ ثریا تک گیا ہے
علیؑ کے در پہ جس کا سر جھکا ہے
نجف جب سے نظر میں بس گیا ہے
نظر اپنی بہت ہی پارسا ہے
مرا ایمان ہے زہراؑ کے گھر کا
خدا نے نام جنت رکھ دیا ہے
ہے جس کے زیرِ پا ممبرِ نبوت
مرا کعبہ اسی کا نقشِ پا ہے
یہ مسجد میں اذانیں اور نمازیں
علیؑ کی کاوشوں کا ہی صلہ ہے
یزیدِ وقت کی چالوں کو سمجھو
وگرنہ سامنے پھر کربلا ہے

لپٹ کر گود پھیلا دی جو شہرِ علم کے در سے
نظر آنے لگے قرطاس پہ الفاظ گوہر سے
میں پچھلے پاؤں لوٹا جب رسولؐ اللہ کے در سے
مئے حُبِّ علیؑ کے پی لئے دو گھونٹ کوثر سے
سرور آیا خرد بہکی ولا کی روشنی پھیلی
اٹھا مدحت کا بادل عشق کے چڑھتے سمندر سے
قدم پھر خود بخود سوئے گلستاں اٹھ گئے میرے
ملیں کچھ سرخیاں مضمون کی مجھ کو گلِ تر سے
تموج بڑھ گیا بحرِ عقیدت میں تو پھر میں نے
بطورِ خاص مانگا مطلعِ انوارِ حیدرؑ سے
ہوئیں جلوہ فگن جب آمدِ سبطِ پیمبرؐ سے
فضائیں گونج اٹھیں نعرۂ اللہ اکبر سے
حسینؑ ابنِ علیؑ آغوش میں آئے محمدؐ کی
برابر میں مہِ کامل کے وہ لگتے ہیں اختر سے
علیؑ کا گھر ہوا تابانیوں میں طور کا ہم سر
ہوا جب متصل اک ماہ نو خورشید انور سے

عزائے شاہؑ میں جاتی ہے تو چلی جائے
ہمارے پاس تو یہ زندگی امانت ہے
علیؑ علیؑ نہ کریں ہم تو زندگی کیسی
یہ نام اپنی عبادت ہے اپنی طینت ہے
حسینیت کو مٹانے کی کاوشِ پیہم
حسینؑ سے نہیں اسلام سے عداوت ہے
یزیدِ نحس کو حضرت یزید جو بھی کہے
اے رازؔ جان لے وہ بھی یزید فطرت ہے

منقبت

کیا پہلے قلم کو پاک میں نے آبِ کوثر سے
برائے منقبت پھر مس کیا جبرئیل کے پر سے
مدد مانگی مودب ہو کے جب محبوبِؑ داور سے
مضامیں خود بخود بہشتِ طلب سے ٹوٹ کر برسے

سلام

لیلیٔ مدحت نے جب کھولی عقیدت کی زباں
مانگ میں الفاظ بن کر سج گئی اک کہکشاں

قہقہوں میں لذتِ سوزِ نہاں ہے ہی کہاں
لذتِ سوزِ نہاں کا رزق ہے آہ و فغاں

اشک برساتی ہے سوزِ عشق کی کالی گھٹا
پھر دیارِ عشق کا تبدیل ہوتا ہے سماں

ذکرِ شبیری سے ملتا ہے شعورِ آگہی
ماتمِ شبیرؑ سے کھلتا ہے غم کا گلستاں

مومنوں سینے پہ لکھ لو خود ہی جنت کی سند
روزِ محشر دیکھے جائیں گے یہ ماتم کے نشاں

زائرینِ حسن سماعت سے اگر کچھ کام لیں
کربلا میں گونجتی ہے اب بھی اکبر کی اذاں

اے خلیلِ کربلا تیری شجاعت کو سلام
کس طرح کھینچی علی اکبر کے سینے سے سناں

نواسے کو لئے گودی میں مصروف تلاوت ہیں
یہ سورت ہے مشابہ ہو بہو آیاتِ کوثر سے
خوشی کا وقت ہے پھر بھی نبیؐ کی آنکھ پرنم ہے
نہ جانے اشک کیوں برسے نبیؐ کے دیدۂ تر سے
گلے کو چوم کر مانگیں دعائیں ربِّ اکبر سے
مرے مولا بچا لینا انہیں ہر بانیِ شر سے
سمجھ میں آگیا اک رازؔ معراجِ محمدؐ کا
حسینؑ ابنِ علیؑ کو مانگنا تھا ربِّ اکبر سے

قطعہ

غم سے جو آگاہ نہیں ہے وہ بھی کوئی ہستی ہے
جنسِ طرب تو چاہت کی منڈی میں بہت ہی سستی ہے
گلشنِ زہراؑ ایسا اجڑا پھر نہ کبھی آباد ہوا
بستی بسنا کھیل نہیں ہے بستے بستے بستی ہے

سلام

نام ہیں جتنے حسیں ویسے ہی کام
عظمتِ شبیرؑ و زینبؑ کو سلام

جب بھی آیا لب پہ ان دونوں کا نام
جھک گئیں نظریں برائے احترام

جو ہوا شبیرؑ و زینبؑ کا غلام
وہ رہا ہر مرحلے پر شاد کام

بھیک مانگے زینبؑ و شبیرؑ سے
گر کسی کو چاہیے دیں کا نظام

پردۂ زینبؑ لہو شبیرؑ کا
دے گئے اسلام کو عمرِ دوام

بھائی کا خوں حریت کی آبرو
آمریت کی فنا زینبؑ کا نام

صبر کے شیشے سے پتھر توڑ کر
ظالموں کا کر دیا جینا حرام

سوچ سکتے ہیں تو سوچیں نوجواں بیٹوں کے باپ
کس طرح خیمے میں لایا باپ لاشِ نو جواں

مسئلہ ہے ایک چلو خونِ ناحق کا مگر
باپ ہے حیران منکر ہیں زمین و آسماں

جل گئے خیمے لٹا اسباب وارث مر گئے
کیا کریں کس سمت جائیں ہیں پریشاں بیبیاں

کس قدر صبر آزما ہے ہائے عابدؑ کا سفر
طوق ہے پُر خار اور پاؤں میں بھاری بیڑیاں

فاطمہؑ کے ماننے والوں سے ہے میرا سوال
سر برہنہ کیوں نکلتی ہیں ہماری بیٹیاں

ہے ضروری اتحادِ باہمی اس دور میں
فرقہ بندی پھونک ڈالے گی یہ سارا گلستاں

اسوۂ شبیرؑ کو اپناؤ اب بھی وقت ہے
بجلیوں کی زد پہ ہے یاروں ہمارا آشیاں

ہم نظر آئیں حسینی اپنے قول و فعل سے
رازؔ غم سمجھے زمانہ ساتھ ہو سارا جہاں

میرے سینے پر نشاں ہے ماتمِ شبیرؑ کا
خود ہی پروانہ لکھا ہے خلد کی جاگیر کا

ٹوٹ جاتا ہے سہارا جب ہر اک تدبیر کا
آدمی قائل ہوا کرتا ہے پھر تقدیر کا

آلِ پیغمبرؐ میں ہر اک فرد ہے مثلِ رسولؐ
عکس ہے ہر آئینہ میں ایک ہی تصویر کا

ہے جبینِ حریت پر نقش دونوں کا عمل
بھائی کی شمشیر کا ہمشیر کی تقریر کا

اس لئے نوکِ سناں پر کی تلاوت شاہ نے
کوئی نا محرم نہ دیکھے سر کھلا ہمشیر کا

جھک گئے تھے عابدِؑ بیمار غیرت کے سبب
طوق کا غم تھا نہ کچھ غم تھا انہیں زنجیر کا

آپ جو بھی نام دیں غازیؑ کو مرضی آپ کی
میں کہا کرتا ہوں پردہ زینبؑ دلگیر کا

حریت کیشو! علم عباسؑ کا لے کر اٹھو
وقت آپہنچا تمہارے خواب کی تعبیر کا

ہے یہ صدقہ زینبؑ و شبیرؑ کا
ہم اذانیں سن رہے ہیں صبح و شام
کس طرح لائیں جواں بیٹے کی لاش
عالمِ تنہائی ہے بے کس امامؑ
آگئی شامِ غریباں دوستو!
جل رہے ہیں شاہِ والا کے خیام
رازؔ دنیا سے مٹا ڈالے گی ظلم
آخری ہادیؑ کی تیغِ بے نیام

سلام

ہے کمالِ فن نہ کوئی معجزہ تحریر کا
فکر پر سایہ ہے میری حضرتِ شبیرؑ کا
دخل ہے انسان کی تقدیر میں تدبیر کا
بے عمل کرتے ہیں شکوہ کاتبِ تقدیر کا

شکست و ریخت کی منزل سے یوں گذر آئی
خدا کے دین کی تعمیر بن گئی زینبؑ
ہر امتحان پہ شکرِ خدا کیا ایسے
وفا شعاروں کی تقدیر بن گئی زینبؑ
ہر ایک درد کو دامن میں یوں سمیٹ لیا
ہر ایک آہ کی تاثیر بن گئی زینبؑ
زباں سے کام لیا حیدری شجاعت کا
زباں جو کھولی تو شمشیر بن گئی زینبؑ
بنائے کلمۂ توحید بھائی کا سجدہ
تو روح نعرۂ تکبیر بن گئی زینبؑ
ہے جس کے نام میں رازؔ حسینیت پنہاں
وہ ایک ذاتِ ہمہ گیر بن گئی زینب

اسوۂ شبیرؑ کے تابع ہو اپنا ہر عمل
اپنی ہر اک بات میں پہلو ملے تعمیر کا
جنت ارضی سے جا کے رازؔ تم خود آ گئے
اب کرو شکوہ نہ کچھ تم کاتب تقدیر کا

ہدیہ بحضورِ ثانیٔ زہراؑ سلام اللہ علیہا

خدا کے دین کی توقیر بن گئی زینبؑ
وفا کے شہر کی تنویر بن گئی زینبؑ
شہادتوں کی امیں بن کے شام تک پہنچی
پڑا جو وقت تو شبیرؑ بن گئی زینبؑ
ہوئی جو شامِ غریباں تو پاسباں ٹھہری
علیؑ کی بولتی تصویر بن گئی زینبؑ
خود اپنی نسل مٹا کر حسینؑ کی خاطر
کتابِ عشق کی تفسیر بن گئی زینبؑ

اس طرف ایک فرشتے کی دعا بر آئی
چشمِ نرگس کو ملی ایک طرف بینائی
آج اقصائے دو عالم میں ہوا کہہ آئی
صحنِ زہراؑ میں بہاروں پہ جوانی آئی
سیرتِ احمدؐ مرسل نے جو وسعت پائی
پیکرِ صدق و صفا ٹھہرے بہن اور بھائی
گود میں آگئی تقدیرِ امِ زہراؑ کے
ماہِ شعبانِ معظم نے وہ عظمت پائی
مطربِ عشق نے وہ سازِ عقیدت چھیڑا
عرش سے فرش تلک گونج اٹھی شہنائی
خود کھڑے ہو کے نبوت نے پذیرائی کی
گھر جو تطہیر کے سائے میں امامت آئی
حریت کیش ہیں شبیرؑ محافظ زینبؑ
ایک مرکز پہ درخشاں ہیں بہن اور بھائی
ایک مقصد کے لئے دونوں ہیں سرگرمِ عمل
ایک نے پردہ دیا اک نے شہادت پائی

قطعہ

کتابِ کرب کا عنوان زینبؑ
رموزِ درد کی پہچان زینبؑ
تری جہدِ مسلسل کی بدولت
چڑھا دینِ خدا پروان زینبؑ

منقبت

آج بالیدگیِ فکر کہاں لے آئی
آڑے آئی نہ مرے میری شکستہ پائی
دردِ الفت کی خلش دل کو کچھ ایسی بھائی
کو وِ غم رہ گیا نظروں میں سمٹ کر رائی
گلشنِ دہر پہ چھائی ہے عجب رعنائی
پھول خنداں ہوئے پہلو میں کلی مسکائی

خضرِ دوراں کا جو رہبر ہے وہی اپنا بھی ہے
کوئی رہزن آپ کا گر رہنما ہوتا ہے ہو

دوستی اور بھائی چارے پر یقیں رکھتے ہیں ہم
ہاں عقیدے کی بنا پر فاصلہ ہوتا ہے ہو

پارسائی کے لئے حُبِّ علیؑ معیار ہے
اس سے ہٹ کر بھی کوئی گر پارسا ہوتا ہے ہو

بیٹھتے اُٹھتے ہمارا ورد ہے نامِ علیؑ
اس سے گر ناراض کوئی سر پھرا ہوتا ہے ہو

حق پرستوں نے سدا جانا علیؑ کو نا خدا
ہاں نصیری کا عقیدہ دوسرا ہوتا ہے ہو

میرے مولاؑ کی جمعیت میں ہیں سب قنبر صفت
شیخ گر بگڑے ہوؤں کا سرغنہ ہوتا ہے ہو

اسوۂ شبیرؑ ہے اپنا متاعِ زندگی
سانحہ پھر کربلا کا رونما ہوتا ہے ہو

بو ذریؓ انداز اپنایا ہے ہم نے سوچ کر
زیست کا ہر لمحہ صَرفِ ابتلاء ہوتا ہے ہو

ایک کے خطبوں نے ذہنوں کو جلا بخشی ہے
ایک کے سجدے سے سجدوں نے فضیلت پائی
صبر کے شیشے سے اک توڑ گیا سنگِ جفا
ایک معراجِ وفا بن کے جہاں پر چھائی
رازؔ ہستی کو سرِ کرب و بلا جتلایا
یہی ادراک شہادت ہے یہی دانائی

منقبت

کلِ حق کے کارواں سے جو جدا ہوتا ہے ہو
راستے کی ظلمتوں میں لاپتہ ہوتا ہے ہو
یا علی کہنا عبادت ہے مری فطرت بھی ہے
اس عبادت سے اگر کوئی خفا ہوتا ہے ہو
ہم تو اعلانِ غدیری پر رہیں گے کاربند
آپ کا ہم سے جدا گر راستہ ہوتا ہے ہو

منقبت

تمام خلقِ خدا تابع دار حیدرؑ کی
کنیز گردشِ لیل و نہار حیدرؑ کی

میں لکھنے بیٹھا جو مدحِ حسنؑ تو ایسا ہوا
ثناء لکھی گئی بے اختیار حیدرؑ کی

کمالِ آئینہ گر ہے کہ حسنِ آئینہ
حسنؑ کی ذات ہے آئینہ دار حیدرؑ کی

ہے جس کا حسنِ تدبّر کمالِ حلمِ نبیؐ
ہے آج گود میں وہ ہونہار حیدرؑ کی

جو رزم گاہ میں دیکھو حسنؑ علیؑ سا لگے
ہر اک ادا ہے دمِ کارزار حیدرؑ کی

قلم کی نوک سیاست کے قلب میں اتری
قلم حسنؑ کا بنا ذوالفقار حیدرؑ کی

حسنؑ حسینؑ ہیں زینبؑ ہیں اکبرؑ و عباسؑ
وفا کے شہر میں دیکھو بہار حیدرؑ کی

میثمِ تمار نے یہ کہہ کہ کٹوا دی زبان
حبِّ حیدرؑ میں اگر سر بھی جدا ہوتا ہے ہو

پڑھ کے ہم نادِ علی اپنا سفینہ لائے ہیں
اب مقابل کوئی طوفانِ بلا ہوتا ہے ہو

کوئی کاذب اٹھ کے کہلاتا علی ہم جانتے
کوئی رب اور کوئی مثلِ انبیاء ہوتا ہے ہو

اپنی مے نوشی کا جوہر ہے مئے حبِّ علی
گر کسی کو مال و دولت کا نشہ ہوتا ہے ہو

جو یہ کہتا ہے میری دانست میں اچھا نہیں
فرض دینی محفلوں میں گر قضا ہوتا ہے ہو

رازؔ بخشش کا بتا یا تم کو اپنا جان کر
اب بھی متقی گر تمہارا فیصلہ ہوتا ہے ہو

جو سورما بھی آیا میداں میں اس کے آگے
تیغِ علیؑ نے رکھا اس کو کتر کتر کے

سوئے ہوئے ہیں مولاؑ سب نے رسول سمجھا
دیکھے کرشمے تو نے حسنِ نظر، نظر کے

کوئی مزے سے سویا کوئی بلک کے رویا
ہیں مختلف مقدر یاروں بشر بشر کے

جو اس کا مستحق ہے اس کو علم ملے گا
کچھ لوگ پھر رہے ہیں یونہی نکھر نکھر کے

عقبیٰ سے بے خبر ہیں دنیا سمیٹتے ہیں
سودے جو کر رہے ہیں اہلِ ہنر، ہنر کے

سب بھول بھال بیٹھی بھاگے ہوؤں کو دنیا
قصے ہیں اب بھی لب پر حیدرؑ کی کرّ و فر کے

خرمہ کھجور پہ ہے اور نیم پہ نبولی
پھل پھول مختلف ہیں یاروں شجر شجر کے

اے رازؔ اب تو مولاؑ پھر سے نجف بلا لیں
بے تاب کر رہے ہیں لمحے گذر گذر کے

شجاعتوں میں یہ سب ایک ہیں صغیر و کبیر
تمام نسل ہے ضیغم شکار حیدرؓ کی
نقیب وقت ہیں ہم لوگ رازؔ ہستی کے
عطا ہے ہم پہ یہ پروردگارِ حیدرؓ کی

منقبت

جبرئیل فن کو میں نے جب بھی کبھی پکارا
مضمون آسماں سے آئے اتر اتر کے
ٹھوکر میں اس کو رکھا مولا نے زندگی بھر
سو بار آئی دنیا آگے سنور سنور کے
نامِ علیؑ لئے جا تا عمر میں سنوں گا
واعظ سنا نہ مجھ کو قصے ادھر ادھر کے
نادِ علیؑ کو پڑھ کر کشتی پہ میں نے پھونکا
طوفان جب کبھی بھی آیا بپھر بپھر کے

اٹھا کر اپنے ہاتھوں پر علیؑ کو بولے پیغمبرؐ
مری آواز جو سنتا نہیں وہ دیکھ کر مانے
کہ جس جس کا میں مولا ہوں علیؑ اُس اُس کا مولا ہے
توجہ سے سنیں یہ بات اپنے اور بیگانے
علیؑ کی ذات وجہِ وحدتِ دینِ محمدؐ ہے
امام آیا منظم ہو گئے تسبیح کے دانے
تمہارے دل بھی کعبہ ہیں اگر مولاؑ کی الفت ہے
وگرنہ جسم میں آباد ہیں غیروں کے بت خانے
یہی رازؔ مشیت ہے یہی روحِ عقیدت ہے
علیؑ کے مرتبے کو جان کر دنیا انہیں مانے

منقبت

کرن کرن ہے اُجالا ڈھکا چھپا کیا ہے
ہے آفتاب درخشاں مبالغہ کیا ہے

منقبت

شرابِ حبِّ حیدرؑ ہے غدیرِ خم کے پیمانے
نبیؐ کی سر پرستی میں سجے ہیں آج مے خانے

ابھی چکھی نہیں مدہوش ہیں مولاؑ کے مستانے
اگر دو گھونٹ بھی پی لی تو پھر کیا ہو خدا جانے

یہ مستانوں کی محفل ہے رہیں محتاط فرزانے
بڑھا جوشِ جنوں تو جنتیں بانٹیں گے دیوانے

یہ ہے بزمِ ولا واعظ ذرا خاموش ہی رہنا
کسے فرصت سنے کوئی ترے بے کیف افسانے

بلا نوشوں کی محفل ہے یہاں پابندیاں کیسی
پلا دے اوکھ سے ساقی ہٹا منھ سے سارے پیمانے

فلک والے بھی شامل ہیں علیؑ کی تاج پوشی میں
ہیں نازاں اپنی قسمت پر غدیرِ خُم کے ویرانے

بلاتے ہیں ابو ذرؓ خیر کی محفل میں لوگوں کو
جلی شمعِ ولایت آگئے اڑ اڑ کے پروانے

ہیں فیضیاب اسی سے قلندر و سالک
علیؑ سے ہٹ کے بھلا اور سلسلہ کیا ہے
درِ علیؑ کو جو چوما تو روشنی سی ملی
سمجھ میں آیا نصیری کا مُدعا کیا ہے
بھلے کی آپ کے کہتے آپ کی خاطر
وگرنہ رآز بتانے کا فائدہ کیا ہے

منقبت

شریعت کا محافظ اور تقدیرِ امم ٹھہرے
بقائے دینِ حق ٹھہرے نبوت کا بھرم ٹھہرے
جو بابِ علم ٹھہرے وجہِ توقیرِ حرم ٹھہرے
مقابل اس کے کیا دنیا کا کوئی ذی حشم ٹھہرے
ولائے بابِ شہرِ علم کی تنویر ہے اس میں
مرے ذہنِ رسا کے سامنے کیا جام و جم ٹھہرے
جھکی رہتی ہے شاہی ان کے دیوانوں کے قدموں پر
غلامانِ علیؑ شاہوں سے بڑھ کر محترم ٹھہرے

علیؑ و فاطمہؑ، ذاتِ نبیؐ، حسینؑ و حسنؑ
بتاؤ ان کے سوا دین میں رکھا کیا ہے
جو پنجتنؑ کی فضیلت سے ہیں گریزاں آج
بعید کیا ہے کہ کل کو کہیں خدا کیا ہے
فقط یہ پنجتنِؑ پاک کا تعارف تھا
سمجھ سکو تو سمجھ لو مباہلہ کیا ہے
تمہیں بتائیں گے غزواتِ خندق و خیبر
کہ چار یاروں میں مولاؑ کا مرتبہ کیا ہے
زمینِ کرب و بلا سامرہ نجف بطحا
یہاں سے دیکھو تو جنت کا فاصلہ کیا ہے
درِ علیؑ کے سوالی ہیں انس و جنّ و ملک
غریب شیخ سے پوچھیں کہ بچتا کیا ہے
علیؑ قسیمِ حیات و ممات ہیں لا ریب
قرآنِ پاک ہے شاہد شک و شبہ کیا ہے
وہ ذوالعشیرہ ہو خیبر ہو یا کہ خندق ہو
علیؑ کی ذات نے بتلایا ہے وفا کیا ہے

صدقے میں جس کے قلب و نظر پاکباز ہیں
مدحت مرے لبوں پہ اسی پارسا کی ہے
اک پھول اور کھل گیا باغِ بتولؑ میں
خوشبو روش روش میں اسی باصفا کی ہے
آلِ رسولؐ منتظمِ کائنات ہیں
سارے جہاں پہ یوں تو حکومت خدا کی ہے
صبرِ حسینؑ، حلمِ حسنؑ، علمِ بو ترابؑ
خوئے عطا رضاؑ میں شہِ انبیاء کی ہے
چودہ کے چودہ ایک ہیں مرکز نبیؐ کی ذات
جو ابتداء کی بات وہی انتہا کی ہے
عقدہ کُشائی ان کے گھرانے کا امتیاز
ہر ایک میں صفت وہی مشکل کُشا کی ہے
کعبہ طواف کرتا ہے جس کا بصد ادب
ہم کو تلاش آج اسی نقشِ پا کی ہے
ہر پھول یوں تو رنگ میں ہوتا ہے دل ربا
لیکن تلاش ہم کو تو بوئے وفا کی ہے

عقیدے میں تزلزل ہو تو عرفانِ علیؑ کیسا
سمندر کی کھسکتی ریت پر کیسے قدم ٹھہرے

علیؑ کا بغض بھی اور دعوئے ایماں بھی ، ناممکن
اندھیرا اور اجالا دوستوں کیسے بہم ٹھہرے

ہر اک مشکل میں ہم نادِ علیؑ کا ورد کرتے ہیں
ذرا ٹھہرے ہمارے سامنے دنیا کا غم ٹھہرے

نجف سے دور ہر لحہ قیامت ہے یہ کہہ دینا
صبا جا کر علیؑ کے در پہ جب تو صبح دم ٹھہرے

سنا پائے نہ اپنا رازِ دل ، دل کی رہی دل میں
درِ حیدرؑ پہ ہم اک سال ٹھہرے پھر بھی کم ٹھہرے

منقبت

یوں تو زباں پہ مدح امامِ رضاؑ کی ہے
لگتا ہے جیسے نعت رسولؐ خدا کی ہے

جامِ غدیر پی لیا زخمِ جگر کو سی لیا
دل کو سکون مل گیا عالمِ اضطراب میں
وحیِ الٰہی کا بہت بدلا ہوا مزاج ہے
کوئی عظیم راز ہے اس نئے انتساب میں
اپنے وصی کا فیصلہ لاکھوں کے سامنے کیا
تا کہ نہ بعد میں رہے شک کوئی انتخاب میں
شہرِ علوم ہیں نبیؐ اور علیؑ ہیں بابِ علم
شہر میں جو ہیں رفعتیں ہیں وہی اس کے باب میں
ذاتِ نبیؐ ہے آفتاب اور علیؑ ہیں ماہ تاب
تابشِ آفتاب کو دیکھئے ماہتاب میں
واصلِ نار ہو گیا ایک ہی ضربِ سنگ سے
منکرِ عظمتِ علیؑ آ گیا احتساب میں
پوچھا کسی نے خلد ہے یا کہ نجف عزیز ہے
خلدِ نجف ہو مرحمت میں نے کہا جوابؔ ہے
یاورِ اعظمی کا گھر اور یہ بزمِ معتبر
شمعِ ولا کی روشنی محفلِ لا جواب میں

سنتے ہیں خود بلاتے ہیں اپنے غلام کو
چاہت بہت ہے بات اب ان کی رضا کی ہے
رازؔ حیات و موت کی حامل ہو جس کی ذات
انسانیت تلاش میں اس رہنما کی ہے

منقبت

ساقی یہ کیا ملا دیا آج مری شراب میں
میرا گناہِ مے کشی لکھا گیا ثواب میں
جیسا نشہ ملا مجھے مدحتِ بوترابؑ میں
ایسا سرور ہے کہاں شربتِ عرقِ ناب میں
میرا مذاقِ مے کشی ہوگیا شرحِ بندگی
جامِ ولائے حیدری شامل ہے اب نصاب میں
مے کدہ چھوڑ چھاڑ کے سارے گناہ جھاڑ کے
آگیا میں کشاں کشاں محفلِ بوترابؑ میں

ترتیب و تالیف شاعر اہل بیت معوذ حسن قیصر عباس قیصر (شاگرد خاص) ۔۔۔ ناشر: زوار زیدی

ہمارے سامنے دشمن علیؑ کے زاغ و زغن
ہم اپنی فکر کو مثلِ عقاب رکھتے ہیں
علیؑ کے نام کا طغرہ ہے باعثِ رحمت
ہم اپنے گھر میں برائے ثواب رکھتے ہیں
سوالِ غیر کا ہر وقت ہم دلیل کے ساتھ
ہر اک مقام پہ تازہ جواب رکھتے ہیں
چلے تو بچ کے چلے ہم سے گردشِ دوراں
ہم اپنے پاؤں تلے اِنقلاب رکھتے ہیں
علیؑ کے رند ہیں احساسِ تشنگی کیسا
ایاغِ دل میں ولا کی شراب رکھتے ہیں
غلام بن کے جھکے جو بھی اس کو مولا علیؑ
کرم سے اپنے سدا فیضیاب رکھتے ہیں
شبابِ بزمِ ادب سے ہے سلسلہ اپنا
ہم اپنے فن پہ مسلسل شباب رکھتے ہیں
ہمارے قلب کی پاکیزگی کا رازؔ ہے یہ
ہم اس میں عشقِ رسالت مآبؐ رکھتے ہیں

رازِ حزیں کی چاہتیں مولا کی یہ عنایتیں
ذرہ ہے محوِ جستجو علم کے اکتساب میں

منقبت

ہم اپنی زیست کو یوں کامیاب رکھتے ہیں
برے بھلے کا مکمل حساب رکھتے ہیں
ہمارے سامنے معیار ہے حیاتِ علیؑ
کتابِ عشق کا یکتا نصاب رکھتے ہیں
علیؑ کو شاملِ احوال جان کر ہم لوگ
ہر اک عمل کا حساب و کتاب رکھتے ہیں
ہمارا سینہ ہے گلشن علیؑ کی مدحت کا
ہم اپنے قلب کو مثلِ گلاب رکھتے ہیں
فرشتے قبر میں ان سے حساب کیا لیں گے
جو دل میں حُبِّ علیؑ بے حساب رکھتے ہیں

غدیرِ خم سے پی کر آ رہا ہوں — نہیں احساس اب تشنہ لبی کا
مدینہ ہے نجف ہے کربلا ہے — یہاں اک سلسلہ ہے روشنی کا
کیا سجدہ نجف کی سرزمیں پر — بڑھا معیار میری بندگی کا

پلٹ کر آیا ہوں جب سے نجف سے
مزہ جاتا رہا اس زندگی کا

منقبت

یہ سردارِ جناں ہیں اور تزئینِ کسا بھی ہیں
سکونِ قلبِ زہراؑ ہیں تو جانِ مصطفیٰؐ بھی ہیں
تدبر میں بھی یکتا ہیں شجاعت میں بھی لاثانی
جمالِ مصطفیٰؐ بھی ہیں جلالِ مرتضیٰؑ بھی ہیں
پلا دیتے ہیں شربت باپ کے قاتل کو بہرِ امن
لڑائی کی جو ٹھن جائے تو دشمن کی قضا بھی ہیں
ہے خوئے صلح جوئی بھی مزاجِ مصطفائی بھی
کرم میں رحمتِ عالم غضب میں مرتضیٰؑ بھی ہیں

قطعہ

سخاوت جس کو ورثہ میں ملی ہے
اسی کا نام نامی تو علیؑ ہے
رسالت پال کر دے دی خدا کو
علیؑ کا باپ بھی کیسا سخی ہے

منقبت

قصیدہ جب پڑھا حق کے ولی کا
مزہ آیا مجھے نعتِ نبیؐ کا
چلے گا زور کیا ہم پر کسی کا
ہمارے سر پہ ہے سایہ علیؑ کا
زباں پر ورد ہے نادِ علیؑ کا
یہی ہے توڑ ہر فتنہ گری کا
ذہن رہتا ہے چوتھے آسماں پر
نشہ کچھ کم نہیں حبِّ علیؑ کا
رضاؑ ہیں میزباں اہلِ ولا کے
علی منزل میں ہے چرچا علیؑ کا
علیؑ کا نام لے کر گھر سے نکلو
یہ بیمہ ہے ہماری زندگی کا
پکارے وہ علیؑ کو بہرِ نصرت
سفینہ ڈوبتا ہو جس کسی کا
مؤدب ہو کے بیٹھیں اہلِ محفل
نہیں موقع یہاں پر دل لگی کا

قطعہ

ہوا دل شاد جو کوئی بھی در پہ دل فگار آیا
سکوں سے جھولیاں بھر لیں جو کوئی بے قرار آیا
دیا گر امتحاں کوئی حسن کا آسرا لے کر
خدا کے فضل سے اپنا نتیجہ شاندار آیا

منقبت

خالق کی ایک اور عطا ہو رہی ہے آج
اک شمع قصرِ عشق میں روشن ہوئی ہے آج
صحنِ حدیثِ بی بی میں وہ روشنی ہے آج
انوار سے بھرا ہوا بیتِ نقی ہے آج
دنیائے رنگ و نور میں تابندگی ہے آج
مخلوقِ عرش سوئے زمیں دیکھتی ہے آج

زمانہ کھا رہا ہے ان کے دستر خوان کے ٹکڑے
سخی ابنِ سخی ہیں مرکزِ جود و سخا بھی ہیں

ملی معراج ان کو صاحبِ معراج کے دم سے
سوارِ دوشِ احمد ہیں کمالِ ارتقاء بھی ہیں

ہے ان کی ذات میں پنہاں رسولِ حق کی دانائی
حسن ہے نامِ نامی اور چلن میں مجتبیٰ بھی ہیں

یہی توقیرِ دیں ہیں اور یہی تفسیرِ کوثر بھی
یہ تاثیرِ دعا ہیں اور محمدؐ کی دعا بھی ہیں

نصابِ دینِ احمدؐ ہیں نواسے ہیں محمدؐ کے
غریبوں کا سہارا بے نواؤں کی نوا بھی ہیں

ہے ان کے ہر عمل میں عبدیت کے راز پوشیدہ
خدا کو ناز ہے ان پر یہ ایسے ناخدا بھی ہیں

لب کھل گئے تو راز بھلا رازؔ کب رہا
خاموش ہے زباں تو نظر بولتی ہے آج

منقبت

منقبت سیدِ سجادؑ کی لکھنی ہے سنبھل
صبر کی جا ہے نہ یوں اے دلِ بے تاب مچل
لیلیٔ فکر نے اوڑھا جو ولا کا آنچل
مانگ میں سج گیا تسلیم و رضا کا صندل
بحرِ عصمت سے جو اٹھا وہ عطا کا بادل
کشتِ افکار ہوئی ابرِ عطا سے جل تھل
نامِ سجادؑ سنا بوئے مودت پھیلی
عشق کی جھیل میں کھِل اُٹھے عقیدت کے کنول
گل عقیدت کے کھلے گلشنِ مدحت مہکا
چشمِ نرگس میں نکھر آیا حیا کا کاجل

ترسیدہ لب نظر سوئے ساقی لگی ہوئی
جامِ ولا چلے کہ بڑی تشنگی ہے آج
اپنے ایاغِ دل کو کھنگالو درود سے
محفل میں آمدِ حسنؑ عسکری ہے آج
رحمت برس رہی ہے فضائیں ہیں مشکبار
گلشن میں فاطمہؑ کے عجب تازگی ہے آج
انسانیت لپک کے قدم چومنے لگی
محرومِ زندگی کے لبوں پر ہنسی ہے آج
لو نور کا سفیر زمانے میں آگیا
ظلمت کدوں ایک عجب کھلبلی ہے آج
رحمت کے وا ہوئے ہیں دریچے دعا کرو
مقبولیت کی خاص گھڑی آگئی ہے آج
حلمِ حسنؑ، حسینؑ کی جرأت کا ترجمان
آیا جہاں میں وارثِ تیغِ علیؑ ہے آج
آؤ درِ تقیؑ پہ مقدر سنوار لیں
بن مانگے ہر گدا پہ عطا ہو رہی آج

پائے اقدس کے انگوٹھے کو چبایا اس نے
فعلِ ابلیس سے آیا نہ عبادت میں خلل

منقبت

یہ رحمت ہے محمدؐ پر خدا کی
کہ بیٹی فاطمہؑ جیسی عطا کی
کنیزِ خاص ہے ربِّ علا کی
یہ بیٹی مصطفٰی ہے مصطفٰیؐ کی
ہیں جس سے رونقیں ارض و سما کی
یہ محفل ہے اسی حق آشنا کی
ثنا کر کے جنابِ سیدہؑ کی
زباں ہم نے بھی اپنی پارسا کی
زباں قرآن کی لاؤں کہاں سے؟
ثناء کیسے کروں میں سیدہؑ کی

دہر میں بہرِ عطا سید سجادؑ آئے
ان کے در ہی سے ملے گا ہمیں ہر بات کا حل

جب تلک جیتے رہے کفر کا سر خم ہی رہا
دین میں دشمنِ دیں کر نہ سکے ردّ و بدل

چوتھے ہادیؑ کے وسیلے سے دعائیں مانگو
وقتِ آخر ہے خدا جانے کب آجائے اجل

آلِ اطہار کا دشمن ہے ہمارا دشمن
جان لے سارا زمانہ کہ یہ باتیں ہیں اٹل

جیسا بوئے گا کوئی ویسا ہی کاٹے گا یہاں
تخم جیسا ہو ہوا کرتے ہیں ویسے ہی پھل

حسنِ تدبیر سے تقدیر بدل جاتی ہے
ہر عمل کا ہے بہر حال کوئی ردّ عمل

سلسلہ ایک سرابوں کا ہے تا حدِّ نظر
پیاس سے جان لبوں پر ہے تو خالی چھاگل

وقت ہے اب بھی تراشیدہ پروں کو کھولو
اپنے احساس کے اعصاب بھی ہو جائیں نہ شل

منقبت

ہزار بار کہوں گا یہ بات نا ممکن
علیؑ کے چاہنے والوں کو مات نا ممکن

ہیں جس وقار سے زہراؑ ریاضِ احمدؐ میں
کوئی ہو دوسرا یوں گلِ صفات نا ممکن

یہ منفرد ہیں ہر اک رخ سے بزمِ ہستی میں
ہو ان کے جیسی کوئی اور ذات نا ممکن

جلا ہے شیشۂ دل کی ولائے آلِ نبیؐ
ولا بغیر ہو عرفانِ ذات نا ممکن

ہٹے جو سینۂ دھرتی سے بو ترابؑ کا ہاتھ
سکوں پذیر ہو یہ کائنات نا ممکن

ہمارے سینوں میں روشن ہے شمعِ عشقِ علیؑ
منافقین سے ہو التفات نا ممکن

زمانہ خود ہی کہے گا ذرا سا صبر کرو
بغیر طاعتِ زہراؑ نجات نا ممکن

ستارے دھول ہیں قدموں کی ان کے
ضیاء ہے مہر و مہ میں نقشِ پا کی
لیا سائے میں جس نے پنجتن کو
یہ عظمت ہے ردائے سیدہؑ کی
مجھے جنت کی اب خواہش نہیں ہے
زیارت ہوگئی بس کربلا کی
مجھے خاکِ مدینہ مل گئی ہے
مسیحا اب نہیں۔ حاجت روا کی
لگاؤں شوق سے آنکھوں میں اپنی
ملے جو خاک ان کے نقش پا کی
کروں ہر کام ان کا نام لیکر
شریکِ زندگی ہیں لا فتیٰ کی
کہیں گے رازؔ دل جا کر مدینہ
جو عمرِ بے وفا نے کچھ وفا کی

لے کر گلے پہ تیر بچایا حسینؑ کو
طوفاں کے رخ کو موڑ دیا اک حباب نے
چلتا پڑا جو ہو کے گلے پر حسینؑ کے
خنجر کا ساتھ چھوڑ دیا اس کی آب نے
برچھی جگر سے کھینچ لی کڑیل جوان کے
شکرِ خدا کیا پسرِ بو ترابؑ نے
اے رازؔ تم نے ذکرِ شہِ کربلا کیا
سارے گناہ دھو دیئے اس اک ثواب نے

منقبت

مرے افکار پہ چھایا ہے ابرِ رحمتِ باری
خمارِ مدحتِ مولا علیؑ ہے ذہن پہ طاری
مئے حبِّ علیؑ ہے اور غدیرِ خم کے پیمانے
ہے لطفِ ساقیِ کوثر ہر اک سو جاری و ساری

پلِ صراط پہ چلتے ہوئے بہ فیضِ علیؑ
جو لڑکھڑائیں یہ پائے ثبات نا ممکن
امامِؑ وقت کے آنے کے بعد بھی اے رازؔ
یزیدیت کی رہیں باقیات نا ممکن

سلام

جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے
انگڑائی لی زمین پہ اک انقلاب نے
مجھ پہ کرم کیا شہِؑ گردوں رکاب نے
ذرّے کو سر فراز کیا آفتاب نے
زاغ و زغن کو دیکھ کے فوجِ یزید میں
اپنے پروں کو تول کے دیکھا عقاب نے
جب غاصبانِ باغِ فدک حشر میں گئے
چاروں طرف سے گھیر لیا احتساب نے

بتا دو رازؔ تم دو ٹوک لفظوں میں زمانے کو
امامِ وقت بتلائیں گے آئینِ جہانداری

منقبت

جو مصروفِ ثنائے زینبؑ و شبیرؑ ہوتے ہیں
ثناء خواں ان کے کم از کم دبیرؔ و میرؔ ہوتے ہیں
جو ان کے چاہنے والے ہیں با تدبیر ہوتے ہیں
عمل ان کے ہمیشہ باعثِ تعمیر ہوتے ہیں
منظم ہوں تو مثلِ حلقۂ زنجیر ہوتے ہیں
جو ڈٹ جائیں تو یہ نا قابلِ تسخیر ہوتے ہیں
انہیں زہراؑ ردا کے سائے میں محفوظ رکھتی ہیں
جو سن کر واقعاتِ کربلا دلگیر ہوتے ہیں
سجا لو اپنے سینوں پر ستارے اے عزاء دارو
لحد میں داغِ ماتم باعثِ تنویر ہوتے ہیں

عجب طرزِ تخاطب ہے عجب آیت کے تیور ہیں
نبی فرما رہے ہیں آج تجدیدِ وفا داری
کجاوں کا بنا منبر یہاں حکمِ الٰہی سے
سندِ مولایت کی کر رہے ہیں مصطفیٰؐ جاری
علیؑ کی حکمرانی بھی وہیں تک ہے جہاں والو!
دو عالم میں محمدؐ کی جہاں تک ہے عمل داری
سنا اعلانِ پیغمبرؐ مثالِ گل کھلے مومن
عیاں ہیں چند چہروں سے مگر آثار بیزاری
خدا کے حکم کی تعمیل کی محبوبِ داور نے
نبوت کا تحفظ بن گئی یہ فرماں برداری
خدا کے دین کی تکمیل کرنی تھی محمدؐ کو
نہ تھا پاسِ قرابت اور نہ تھی کوئی طرف داری
محبت ہے چلن اپنا عقیدہ حدِ فاصل ہے
سدا رکھتے ہیں ہم مدِ نظر توقیرِ خود داری
حسد کینہ کدورت سب خلافِ شان ہیں اپنے
علیؑ کے چاہنے والوں پہ لازم ہے روا داری

حمدِ خدا و نعت شہِؐ انبیا لکھے
نوحہ لکھے سلام لکھے مرثیہ لکھے

اب پنجتنؑ کی کوئی بھلا کیا ثنا لکھے
کس کے قلم میں دم ہے حدیثِ کسا لکھے

سینے پہ خود ہی لکھ کے لائیں ہیں بخشش کی جب سند
اب کلکِ مُعتبر مری قسمت میں کیا لکھے

غم خوار کوئی کہہ دے یہ میرے طبیب سے
نسخہ میں اس فقیر کے خاکِ شفا لکھے

ماتم کروں تو ایسے قرینے سے خوں بہے
ہر قطرۂ لہو مرا کرب و بلا لکھے

بازو قلم ہوئے تو وفا کے امیر نے
پانی پہ خوں سے معنئ لفظِ وفا لکھے

جس نے بدل کے رکھ دیئے معنی حیات کے
ایسی قضا کو کیسے زمانہ قضا لکھے

اہلِ کو قلم نے تنہا مجاہد تو لکھ دیا
گر حوصلہ ہو اس کا ذرا حوصلہ لکھے

تُرابی سیکھ کر جاتے ہیں دنیا سے زمیں داری
پہنچ کر خلد میں جو صاحبِ جاگیر ہوتے ہیں
محافل مجلسیں ماتم شہِ دیں کی عزاداری
یہ نسخے مرضِ عصیاں کے لئے اکسیر ہوتے ہیں
نظامِ مصطفیٰ چاہو تو اہلِ بیت کو سمجھو
یہی قرآں یہی قرآن کی تفسیر ہوتے ہیں
سمٹ جائیں تو یہ ہیں بائے بسم اللہ کا نقطہ
جو وُسعت پائیں تو تبلیغِ عالمگیر ہوتے ہیں
نہا کر خونِ دل میں جو پہنچتے ہیں لبِ خامہ
وہی اشعار تو اے رازؔ پُر تاثیر ہوتے ہیں

منقبت

جو مصلحت سے پاک ہو ہر واقعہ لکھے
سچے قلم کا فرض ہے حق برملا لکھے

بن کے تاثیرِ دعائے فاطمہؑ
آج عباسؑ دلاور آگئے

میں نے جذبوں کو کیا پیشِ بتولؑ
شعر خود ہی بن سنور کر آگئے

ایسا لگتا ہے امامؑ وقت بھی
ہو کے خوش پردے سے باہر آگئے

موت مجھ کو زندگی لگنے لگی
جب میری بالیں پہ حیدرؑ آگئے

پنجتنؑ ایسے لگے زیرِ کسا
جیسے کوزے میں سمندر آگئے

اور کیا تھا آپ کے شایانِ شان
ماتمی تمغے سجا کر آگئے

جان دیدیتے درِ شبیرؑ پر
رازؔ کیوں واپس بھلا گھر آگئے

بنتِ علی ہے ثانیِ زہرا مگر قلم
قوت میں ان کو ثانیِ شیرِ خدا لکھے
تاریخ داں نے ظلم کی وسعت تو کی رقم
مقدور ہو تو صبر کی بھی انتہا لکھے
تقدیسِ غم کا اہلِ عزا کو رہے خیال
ایسا نہ ہو کہ کوئی ہمیں بے وفا لکھے
قسمت میں رازؔ خستہ کی اب ربِّ ذوالجلال
خلدِ بریں لکھے نہ لکھے کربلا لکھے

منقبت

تہنیت کے پھول لیکر آ گئے
بزمِ مدحت میں سخنور آ گئے
لے کے کشکولِ طلب بہرِ عطا
دیکھئے کتنے گدا گر آ گئے

جو وقفے وقفے سے اک سال پی کے آیا ہوں
ہے اس شراب کا اب تک خمار آنکھوں میں
وہ اشک بن گئے موتی برائے نذرانہ
چھلک کے آئے جو بے اختیار آنکھوں میں
ضعیف ہو گیا فرقت میں تیرا متوالہ
جواں ہے اب بھی ترا انتظار آنکھوں میں
کہیں گے رازؔ دلی ان کے روبرو ہو کر
ابھی تو جان ہے ان جاندار آنکھوں میں

منقبت

بہت ہی سوچ کر غالب نے یہ مصرع کہا ہوگا
بھلا کر دوسروں کا اے میاں تیرا بھلا ہوگا
بنا کر کربلا کو کبریا بھی سوچتا ہوگا
کہ اس جنت کے آگے اب مری جنت کا کیا ہوگا

منقبت

بسا دے سامرہ پروردگار آنکھوں میں
ہوں معتبر مری آنکھیں ہزار آنکھوں میں

کنارے جھیل کے دیکھا تھا سامرہ میں کبھی
ٹھہر گیا ہے وہی سبزہ زار آنکھوں میں

جہاں پہ سجدۂ تعظیم بار بار کیا
چھپائے پھرتا ہوں اب تک وہ غار آنکھوں میں

وہ آرہے ہیں وہ آئیں گے آ ہی جائیں گے
یقین دل میں ہے اور اعتبار آنکھوں میں

جلائے رکھتا ہوں پلکوں پہ خونِ دل کے چراغ
ہے انتظار مری اشکبار آنکھوں میں

مری حیات میں آجائیں وہ تو اتنا ہو
میں خود کو دیکھ لوں ان شاندار آنکھوں میں

بسی ہے چاندنی دل میں مرے امامت کی
ہے کہکشاں مری اختر شمار آنکھوں میں

چلے ہیں جس ڈگر پر آج اپنی قوم کے بچے
بنے گا ان کا کیا؟ ہم سب کو مل کر سوچنا ہوگا
سکینہ کو جنابِ سیدہؑ لائیں گی محشر میں
تو کرتا خوں میں تر کانوں سے خوں بہتا ہوا ہوگا
وہ دوہری بیڑیاں، طوقِ گراں، عابدؑ برہنہ پا
نہ جانے آبلہ پا کیسے کانٹوں پہ چلا ہوگا
بہت کام آئیں گے روزِ جزا اے رازؔ یہ آنسو
ہمارا نامۂ اعمال اشکوں میں دُھلا ہوگا

منقبت

آج اس کے نام میرا ہدیۂ افکار ہے
کشتیِ دیں علم جس کا اور قلم پتوار ہے
علم وہ ہے جو درِ آلِ محمدؐ سے ملے
اس سے ہٹ کر جو بھی ہے بے فیض ہے بے کار ہے

حسینؑ ابنِ علیؑ سے جو بھی وابستہ رہا ہوگا
لحد میں اس بشر کی روشنی کا سلسلہ ہوگا

جو منکر ہے حسینؑ ابنِ علیؑ کا اس کا کیا ہوگا
پڑے گا طوق لعنت کا جہنم کی غذا ہوگا

ہمارے واسطے جنت کا در پہلے سے وا ہوگا
وہاں وان بھی اہلِ عزا کو جانتا ہوگا

جلیں گے حشر کی گرمی میں اہلِ بیتؑ کے دشمن
عزاداروں کے سر پہ پرچمِ غازیؑ کھلا ہوگا

ذرا آنے دو باہر بارھویں ہادیؑ کو پردے سے
منافق اور مومن کا یہیں پہ فیصلہ ہوگا

صفایا دشمنانِ آلؑ کا ہو گا زمانے سے
ابھی تو حشر سے پہلے بھی اک محشر بپا ہوگا

علیؑ کا بغض لے کر جائے گا ان کو جہنم میں
جناں کے در پہ بھی نامِ علیؑ لکھا ہوا ہوگا

فرشتے سوچ کر یہ آئیں گے، مومن کے مرقد میں
سرِ مرقد چراغِ حبِّ حیدرؑ جل رہا ہوگا

منقبت

سیدھا نجف سے خلد کا رستہ ہے دوستو!
یہ خاکسار دیکھ کے آیا ہے دوستو!
ذکرِ علی عبادتِ عظمیٰ ہے دوستو!
یہ نام انبیاء کا وظیفہ ہے دوستو!
ٹھوکر لگے تو کہہ کہ اٹھو یا علی مدد
یہ گر ہماری ماں نے سکھایا ہے دوستو!
ہیں مومنین نادِ علی کے حصار میں
یہ نام دردِ دل کا مداوا ہے دوستو!
بہرِ مدد بلانا ہے بدعت تو سوچ لو
خیبر میں کس نے کس کو پکارا ہے دوستو!
رمضان میں جو پڑھتے ہو اس زور و شور سے
قرآنِ پاک کس کا قصیدہ ہے دوستو!؟
مومن وہ ہے جو نامِ علی سن کے کھل اٹھے
یہ رازؔ مصطفیٰؐ نے بتایا ہے دوستو!

دے رہے ہیں یہ شہادت علم اور عالم بہم
جعفر صادقؑ کی سیرت علم کا معیار ہے

درسِ اہلِ بیت سے انکار ہے اس کا سبب
آج جو انسان یوں انسان سے بیزار ہے

گر نظامِ مصطفیٰؐ سے ہٹ کے ہے کوئی نظام
اس سے تھا انکار کل بھی آج بھی انکار ہے

راستہ ملتا نہیں اب درس اور تدریس کا
ہر قدم پر جہل کی دیوار در دیوار ہے

جن کے ذکرِ پاک سے مقبول ہوتی ہے نماز
طبعِ نازک پر جنابِ شیخ کی وہ بار ہے

وہ جو آیا تھا غدیرِ خم میں پیغامِ خدا
قلب میں سفیانیت کے آج تک وہ خار ہے

انتظارِ حجتِؑ آخر ہے ہر ذی ہوش کو
آج پھر انسانیت مجبور ہے لاچار ہے

رازؔ دل کہنا عبث ہے سامنے بے درد کے
قدرداں بس ہے وہی اب جس کا دل بیدار ہے

بلا کے دشت سے تا حدِّ شام روشن ہیں
صراطِ عشق پہ رکھے ہوئے وفا کے چراغ

رہِ وفا کے شہیدوں کا معجزہ دیکھو
سناں کی نوک پہ روشن کیے انا کے چراغ

یہ حُرّیت کا کرشمہ نہیں تو پھر کیا ہے
فنا کی گود میں روشن ہوئے بقا کے چراغ

نشانِ ماتمِ شبیرؑ روشنی دیں گے
لحد میں جائیں گے سینوں پہ ہم سجا کے چراغ

نہیں یہ سینۂ قرطاس پر حروف مرے
سجا کے لایا ہوں عباسؑ کی وِلا کے چراغ

وفا کا نُور لئے ہاشمی قمر نکلا
جفا کے بجھنے لگے خود ہی ٹمٹماتے چراغ

علیؑ کے شیر کا قبضہ ہے اب ترائی پر
نہ جل سکیں گے کسی اور سورما کے چراغ

بڑے خلوص سے ہم بھی مزارِ غازیؑ پر
جلا کے آئیں ہیں اے رازؔ جاں ہوا کے چراغ

ناموں کے ساتھ حیدری لکھنا تو ہے عبث
الفت نہیں تو سب یہ دِکھاوا ہے دوستو!
عاری ہو گر صفات سے تو ہم سری کہاں
لاؤ جو کوئی دوسرا ان سا ہو دوستو!
رازؔ حیات و موت بتا کر چلے گئے
اب ہم ہیں اور وقت کا دھارا ہے دوستو!

منقبت

لبِ فرات جو روشن ہیں یہ وفا کے چراغ
چراغ عام نہیں یہ ہیں مصطفیٰؐ کے چراغ
دلوں میں اور مودّت کی ضو سوا کر دی
حُسینؑ نے شبِ عاشور خود بجھا کے چراغ
وہ کیسے ظلم کے طوفاں سے مات کھا جاتے
بڑے وثوق سے رکھے تھے آزما کے چراغ

دیارِ غیر میں اک تشنہ لب مسافر ہے
نہیں ہے جائے اماں آگیا ہے وقتِ قضا
وہ ایک شیر ہے اعدا ہزار ہیں لیکن
دکھا رہا ہے وہ اس حال میں بھی شانِ وغا
وہ اہلِ شر تھے جو دھوکے میں کامیاب ہوئے
خدا کے بندوں کو آتا نہیں ہے مکر و ریا
ہوئے یتیم وہ بچے جو ساتھ آئے تھے
ہوا سفیرِ حسینی شہید وا ویلا
خدا کے نام پہ مرنا سکھا دیا تم نے
بتایا سارے زمانے کو رازؔ ہست و فنا

منقبت

سب کہتے ہیں اس دور میں دولت ہے بڑی بات
میں کہتا ہوں ہر حال میں عزت ہے بڑی بات

سلام

جنابِ حضرتِ مسلم سفیرِ شاہِ ہدیٰ
ہر ایک فرد ہے غم میں تمہارے محوِ بکا
ریاضِ آلِؑ محمدؐ خزاں کی زد پہ ہے
شہادت آپؑ کی ہے ابتدائے کرب و بلا
نہ لے کے جاؤ یہ بچے شدید گرمی ہے
جھلس نہ جائیں یہ گل چل رہی ہے گرم ہوا
مدینہ والو! مدینہ اُجڑنے والا ہے
خدا کا دین بچانے چلا شہیدِ وفا
منافقین کی بستی میں جا رہے ہیں آپؑ
نہ پاسِ عہد ہے ان کو نہ کوئی شرم و حیا
ذرا سی دیر میں بیعت سے پھر گئے سب لوگ
اب ایک مسلمؑ بے کس ہیں اور ظلم و جفا
بس ایک غم ہے کہ خط لکھ چکے برادر کو
مدینہ چھوڑ کے نکلے شہیدِ کرب و بلا

سائل کوئی مایوس نہ لوٹا کبھی در سے
فاقوں میں یہ اندازِ سخاوت ہے بڑی بات
یہ رازؔ زمانے کو بتایا ہے علیؑ نے
محرابِ عبادت میں شہادت ہے بڑی بات

منقبت

سرِ نیاز جھکاؤ امامؑ آتے ہیں
مناؤ جشن مناؤ امامؑ آتے ہیں
تمام رات عبادت میں کاٹ دو یارو!
نصیب اپنے جگاؤ امامؑ آتے ہیں
جوان کی شان کے شایاں ہیں اس سلیقے سے
گھروں کو اپنے سجاؤ امامؑ آتے ہیں
یہ کیا کہ روشنی چھینو جلے چراغوں سے
بجھے چراغ جلاؤ امامؑ آتے ہیں

ہاں دولتِ ایماں کی طلب سب سے بڑی ہے
حیدرؑ کے غلاموں کو یہ نعمت ہے بڑی بات

ہے سارا عرب ایک تو تنہا ابو طالبؑ
ایسے میں محمدؐ کی کفالت ہے بڑی بات

بابا کی ہدایت کے بموجب شبِ ہجرت
خطرے میں رسالت کی حفاظت ہے بڑی بات

کعبے کو کیا قبلۂ کونین علیؑ نے
کعبے کے لئے ان کی ولادت ہے بڑی بات

اعلانِ غدیری سے کھلتا ہے یہ پہلو
تصدیق شدہ ہو تو خلافت ہے بڑی بات

ہے صدر خدا اور نبیؐ مہمانِ خصوصی
معراج میں مولاؑ کی نظامت ہے بڑی بات

اے عظمتِ اولادِ علیؑ بھولنے والوں
سجدے میں محمدؐ کے طوالت ہے بڑی بات

مولاؑ کا محبّ ہونا تو ہے اوجِ مودّت
حیدرؑ کے غلاموں سے عقیدت ہے بڑی بات

منقبت

منفعت بخش یہ کیسی مری تحریر بنی
ایک ہی بیت میں جنت میری جاگیر بنی

کاتبِ لوح نے جب صبر کا عنوان لکھا
شکلِ سجادؑ میں شبیرؑ کی تصویر بنی

ایک ہی رات میں دوزخ سے جناں تک پہنچا
حُر مبارک تری بگڑی ہوئی تقدیر بنی

سلسلہ چودہ تلک پہنچا تو تکمیل ہوئی
حلقۂ نور ملے نور کی زنجیر بنی

جشنِ سجادؑ منایا جو علیؑ والوں نے
نعرۂ صلِّ علیٰ صوتِ ہمہ گیر بنی

میں نے سوچا تو مرے خواب میں آئے مولاؑ
میری خواہش ہی مرے خواب کی تعبیر بنی

جنگ کی حضرتِ عابدؑ نے بانداز دگر
صبر ہی ڈھال بنا صبر ہی شمشیر بنی

امامِ وقت کے تم ہو نقیب یاد رہے
زمانے بھر کو بتاؤ امام آتے ہیں

یہ مسجدوں میں چراغاں یہ روشنی یہ ضیاء
چراغِ دل بھی جلاؤ امام آتے ہیں

ملے گی آج مے بے حساب رندوں کو
اٹھاؤ جام اٹھاؤ امام آتے ہیں

امامِ وقت سے ذہنوں کی روشنی مانگو
ضمیر اپنے جگاؤ امام آتے ہیں

فلک شگاف پٹاخے چلا کے راتوں کو
نہ دوسروں کو ستاؤ امام آتے ہیں

شبِ براءت ہے بخشش کا اہتمام کرو
نہ لغویات میں جاؤ امام آتے ہیں

ابھی بھی وقت ہے اے رازؔ سیدھی راہ چلو
وفا کے دیپ جلاؤ امام آتے ہیں

بعدِ شبیرؑ علیؑ بن گئی، زہراؑ جائی
عزمِ شبیرؑ ہے شبیرؑ کی ماں جائی میں
ہائے صغراؑ سے نہ مل پائی سکینہؑ جا کر
جا ملی باپ سے وہ قید کی تنہائی میں
خود بخود بندِ قبا ٹوٹ کے گر پڑتے ہیں
حیدری شان ہے عباسؑ کی انگڑائی میں
یاوری کرتے ہیں اے رازؔ جنابِ یاورؔ
ہاتھ ہے ان کا مری حوصلہ افزائی میں

سلام

اے قلم لکھ واقعاتِ کربلا اچھی طرح
مائلِ غم اے میری فکرِ رسا اچھی طرح
ہم منائیں مل کے ایامِ عزا اچھی طرح
مجلسِ شبیرؑ ہو پھر سے بپا اچھی طرح

سلام

کوئی منظر ہی نہیں سرحدِ بینائی میں
بس گئی کرب و بلا آنکھ کی گہرائی میں

پاک ہے ذوقِ طرب سے مری چشمِ بینا
درد کا شہر بسا ہے مری بینائی میں

اپنی ہر سوچ کا مرکز ہے فقط کرب و بلا
داغِ دل جلتے ہیں ہر اک انجمن آرائی میں

بغضِ شبیرؑ ہو دل میں تو کہاں عشقِ رسولؐ
پھول کب اُگتے ہیں پانی پہ جمی کائی میں

شورِ گریہ بھی ہے مظہرِ غمِ شہؑ کا لیکن
لطف ہوتا ہے سوا سوزشِ پنہائی میں

جوش میں ہوش کے دامن کو نہ چھوڑا جائے
ہو ادا رسمِ عزا سرحدِ دانائی میں

عظمتِ ذکر کو ملحوظ رکھا جائے سدا
رفعتِ عشق نظر آئے توانائی میں

ترتیب و تالیف شاعرِ اہل بیت معوز حسن قیصر عباس قیصر (شاگردِ خاص) ۔۔۔ ناشر: زوار زیدی

پھر نہ پائے حضرتِ عابدؑ میسر آئیں گے
پائے عابدؑ چوم لے زنجیرِ پا اچھی طرح
راؔز اگلے سال کی کس کو خبر ہے ہوں نہ ہوں
ہو سکے تو کیجیے حقِ غم ادا اچھی طرح

سلام

دل ہو تو ایسا صاف کے شیشہ دکھائی دے
گردن جھکے تو اپنا ہی چہرہ دکھائی دے
سورج کبھی جو شام میں ڈھلتا دکھائی دے
مجھ کو شفق سے خون برستا دکھائی دے
ہم شکلِ مصطفیٰؐ کا جو چہرہ دکھائی دے
حسنِ ازل بھی سامنے پھیکا دکھائی دے
آجائیں گر شعور کی منزل پہ اہلِ دل
ہر غم، غمِ حسینؑ سے ادنیٰ دکھائی دے

تاج شبیرؑ ہو جائے ہماری زندگی
ہر عمل سے ہو نمایاں کربلا اچھی طرح

کالے کپڑے زیبِ تن کرنا نہیں غم کی اساس
خود کو کیجے دل سے پابندِ وفا اچھی طرح

ظلم بڑھتا ہے تو بن جاتا ہے خود ظالم کی موت
صبر سے ملتی ہے جذبوں کو بقا اچھی طرح

ظلم کی حد کر کے ظالم مر گیا خود اپنی موت
بڑھ گئی توقیرِ شاہِؑ کربلا اچھی طرح

صرف اک نیزے سے دریا کی ترائی چھین لی
ہوتی گر تلوار تو ہوتی وغا اچھی طرح

چھد گئی مشکِ سکینہؑ ہو گئے بازو قلم
تشنگی میں خونِ حسرت مل گیا اچھی طرح

چادرِ بالی سکینہؑ بھی چھنی اس عمر میں
اوڑھنا آئی نہ تھی سر پہ ردا اچھی طرح

حسرتوں میں ڈھل گئیں اصغرؑ کی ماں کی خواہشیں
گھٹنیوں چلنے نہ پایا مہ لقا اچھی طرح

رازؔ حیات سینوں پہ ایسے رقم کروں
ہر زخم حریت کا خلاصہ دکھائی دے

سلام

کوئی تحریک ابھرتی نہیں تلوار کے ساتھ
ہاں یہ ممکن ہے فقط خوبیٔ کردار کے ساتھ
ربط باہم جو ہو کردار کا گفتار کے ساتھ
موم ہو جاتے ہیں پتھر کے جگر پیار کے ساتھ
رابطہ جب ہوا تلوار کا کردار کے ساتھ
ہوگئی فتح مبیں حیدرِ کرار کے ساتھ
جھوٹ ہے زر سے نکھر جاتی ہے توقیرِ حیات
شخصیت بنتی ہے بس شوکتِ اطوار کے ساتھ
جیت مقصد کی ہوا کرتی ہے طاقت کی نہیں
فتح مشروط نہیں قوتِ زردار کے ساتھ

تھوڑا سا گر حسینؑ کے مقصد کا پاس ہو
غیروں کا غم بھی آپ کو اپنا دکھائی دے

قلب و نظر میں رابطہ رکھیں جو کلمہ گو
یہ بندگی حسینؑ کا صدقہ دکھائی دے

حرص و ہوس میں غرق ہے ہر ایک آدمی
ہر سر کسی فقیر کا کاسہ دکھائی دے

بغضِ علیؑ کا موتیا ہو جس کی آنکھ میں
ممکن نہیں کہ خلد کا رستہ دکھائی دے

وہ آئینہ رکھا ہے مقابل حسینؑ نے
منہ ہر یزیدِ وقت کا کالا دکھائی دے

انوارِ پنجتنؑ نہ ہوں گر کائنات میں
سورج بھی روشنی کو ترستا دکھائی دے

سوکھی زباں جو پانی بھی دیکھے صغیر کی
آغوشِ علقمہ میں تڑپتا دکھائی دے

اصغرؑ کے ایک تیرِ تبسم کے سامنے
لشکر عدو کا سارا نہتا دکھائی دے

رازؔ توقیرِ اُمِ طاعتِ شبیرؑ میں ہے
حق ہوا کرتا ہے ہر دور میں حق دار کے ساتھ

منقبت

ذکر ہے شاہِؑ وفا کا دلِ بے تاب سنبھل
اے قلم حدِ ادب سر کو جھکائے ہوئے چل
لیلیٰ فکر نے مدحت کا جو اوڑھا آنچل
جانے کیوں پھیل گیا چشمِ وفا میں کاجل
کعبۂ عشق سے اٹھا جو وفا کا بادل
مئے عرفاں سے ہوا ہے کدۂ دل جل تھل
حسن جب عشق پہ ہونے لگا کچھ کچھ مائل
نخلِ امید پہ ظاہر ہوئے اُمید کے پھل
طائرِ فکر نے غازیؑ کے علم کو چوما
آبِ کوثر سے بھرا جھک کے وفا کا چھاگل

ظلمتِ شام میں دم توڑ گئی فکرِ یزید
کربلا آج بھی ہے وقت کی رفتار کے ساتھ

دے کے پیغامِ خرد نجمِ سحر ڈوب گیا
حر نمودار ہوا طالعِ بیدار کے ساتھ

ریزہ ریزہ ہوا بیعت کا جو کشکولِ طلب
حریت جھوم اٹھی شاہؑ کے انکار کے ساتھ

اب بھی کٹتی ہے زباں حق کے پرستاروں کی
رابطہ آج بھی ہے میثمِ تمار کے ساتھ

ہم نے زنداں کے حصاروں میں اذانیں دی ہیں
اپنا رشتہ ہے ازل سے رسن و دار کے ساتھ

شمر کے خنجرِ بے آب نے پانی مانگا
حلقِ شبیرؑ سے نکلا نہ لہو دھار کے ساتھ

فرقِ عباسؑ نہ یوں نوکِ سناں پر ٹھہرا
سر کھلے ثانیِ زہراؑ تھی حیا دار کے ساتھ

پرچمِ حضرتِ عباسؑ کے سائے میں بڑھو
کیوں لگے جاتے ہو اے دوستو! دیوار کے ساتھ

منقبت

بھائے کیا ہم کو بھلا اور کسی کی صورت
دل میں عباسؑ ہیں محفوظ علیؑ کی صورت

آج اندر کی سجا بن گئی فکرِ شاعر
ناچتے پھرتے ہیں مضمون پری کی صورت

باغِ زہراؑ کے ہیں دو پھول حسینؑ اور حسنؑ
اور عباسؑ ہیں معصوم کلی کی صورت

اس طرح غازیؑ نے شبیرؑ کو پہلے دیکھا
جس طرح باپ نے دیکھی تھی نبیؐ کی صورت

اپنے وارث کو جو پایا تو قدم چوم لئے
دیکھی جرأت نے جو عباسؑ جری کی صورت

بُو جہل آتا جو کوئی تو بتاتے عباسؑ
ہم بھی جھولے میں ہیں جرّار علیؑ کی صورت

جب تلک صبح کو دیکھیں نہ علم کا پنجہ
ہم نہیں دیکھتے واللہ کسی کی صورت

کشتِ افکار کو سیراب عقیدت سے کیا
مدح کی جھیل میں کھلنے لگے چاہت کے کنول
غسل کے واسطے تخئیل کی پریاں اتریں
یہ سماں دیکھ کے خامہ ہوا میرا پاگل
ایسا پاگل۔ کے خرد اس پہ فدا ہونے لگی
تھام کر خامۂ مدہوش کو فرمایا کہ چل
مدحتِ شاہِ وفا لکھ کہ وہ امداد کریں
ہوش لازم ہے خبردار نہ اس درجہ مچل
گیت ۔برہا کے تھے نغمۂ جاں سوز رکا
ایک برہن کے گلے لگ گیا اس کا سانول
بازوئے شاہِ شہیداں کو توانائی ملی
ہوگئی حیدرِ کرّار کی امید پھل
وادیٔ کفر پہ دہشت کی گھٹا چھانے لگی
نام غازیؑ کا سنا پڑ گئی ہر سو ہل چل

ضبط کی حد ہمیں نہیں معلوم ہو گئی غم کی انتہا زینبؑ
اپنی کوتاہیٔ سخن کے سبب آپ کو میں نے تو کہا زینبؑ
رازؔ کیا ہے بس اک چراغِ سحر
بخش دیجے کہا سنا زینبؑ

منقبت

دستِ قدرت کا یہ اعجازِ ہنر تو دیکھو
عکس جس کا ہے قمر بس وہ قمر تو دیکھو
حسنِ یوسف کے پرستاروں ادھر تو دیکھو
آگے شبیرؑ کا یہ رشکِ قمر تو دیکھو
آج لیلیٰ کی تمنائے دلی بر آئی
نخلِ امید پہ یہ تازہ ثمر تو دیکھو
گود میں لے کے بھتیجے کو ہیں شاداں زینبؑ
سب سے کہتی ہیں دعاؤں کا اثر تو دیکھو
آج رضوان بھی حاضر ہیں درِ مولاؑ پہ
ہمسرِ خلد ہے شبیرؑ کا گھر تو دیکھو

صبر کرنا ہو تو غازیؑ کا چلن اپناؤ
غیض آجائے تو ٹکراؤ علیؑ کی صورت

پانی ٹھکرا کے یہ اعجاز ملا غازیؑ کو
چشمِ مومن میں جگہ پائی نمی کی صورت

ہائے کیوں دے دیا مشکیزہ سکینہ نے انہیں
اب نہ دیکھے گی کبھی اپنے چچا کی صورت

منقبت لکھی ہے عباسؑ کی تو آج کی شب
خواب میں دیکھیں گے ہم رازؔ علیؑ کی صورت

منقبت

فاتحِ شام و کربلا زینبؑ
مرحبا تیرا حوصلہ زینبؑ

جب بھی مانگا ہے تیرے صدقے میں
ہم کو کیا کچھ نہیں ملا زینبؑ

دے کے خطبات شانِ حیدرؑ سے
قصرِ باطل ہلا دیا زینبؑ

چوم کر بازوں کو بابا نے
ثبت کی مہر کربلا زینبؑ

جا کے دربار میں برہنہ سر
بن گئی دین کی ردا زینبؑ

دل ابھی بھرتا نہیں غم سے کہ کٹ جاتے ہیں دن
ذکرِ شبیری کو عمرِ جاودانی چاہیے
بھانجے بھائی بھتیجے دے کے شہؑ بولے کہ بس؟
کربلا بولی کہ اکبرؑ کی جوانی چاہیے
دین بولا کربلا میری طلب کچھ اور ہے
چُور زخموں سے مجھے زہراؑ کا جانی چاہیے
آب کے ہوتے ہوئے سوکھے گلے کو دیکھ کر
خنجرِ قاتل پکار اُٹھا کہ پانی چاہیے
ماں کا دل تھا جانتی تھی اصغرِ بے شیر کو
وقتِ آخر تیرِ سہ شعبہ کا پانی چاہیے
کشتیِ دیں جب پھنسی گرداب میں تو دی صدا
چادرِ زینبؑ کی مجھ کو بادبانی چاہیے
کٹ کے رہ جائیں جگر آنکھوں سے خوں بہنے لگے
کربلا کی یاد کچھ ایسے منانی چاہیے
اے عزا دارِ حسینی اپنے قول و فعل سے
مقصدِ شبیرؑ کی کچھ ترجمانی چاہیے

پنجتن پاک بھی آئے ہیں یقیں ہے مجھ کو
رشکِ جنت ہے بنا بیت قمر تو دیکھو
اس کے سینے میں بھی ٹوٹی نہ ہو نیزے کی انی
غور سے چاند کا بھی زخمِ جگر تو دیکھو
صبرِ ایوبؑ کی تمثیل بجا اپنی جگہ
بڑھ گیا صبر میں زہراؑ کا پسر تو دیکھو
وقتِ آخر ہے مگر رازؔ تہی دامن ہو
لے کے کیا جاؤ گے سامانِ سفر تو دیکھو

سلام

مجلسِ شبیرؑ کو سوزِ نہانی چاہیے
پھر ادب سے یہ صفِ ماتم بچھانی چاہیے
شب میں اب سونے سے پہلے اپنے بچوں کو سدا
کربلا کی داستاں ماں کو سنانی چاہیے

ہے اسوۂ شبیرؑ ضیا بار جہاں میں
روشن اسی تنویر سے ہر ایک طبق ہے

میزان ہے قربانیٔ شبیرؑ ابد تک
دنیا پہ عیاں کردیا حق بات ہی حق ہے

یوں اجرِ رسالت کو ادا کرتی ہے امت
پیاسا ہے نبی زادہ تو میداں لق و دق ہے

بدعت نہ کہو مجلسِ شبیرؑ کو یارو
مظلوم کو مظلوم کہا جائے یہ حق ہے

ہے جنگ کا اعلان یہ بچے کا تبسم
کفار کا چہرہ فقط اک وار سے فق ہے

اکبرؑ کو نہیں مرگِ جوانی کا کوئی غم
صغراؑ کو نہ بلوا سکے بس ایک قلق ہے

یہ رازؔ زمانے کو بتائے کوئی کیسے
مہتاب کا سینہ غمِ شبیرؑ سے شق ہے

شبنمی انداز میں آنسو بہانا ہے عبث
اشکِ غم کو بہتے دریا کی روانی چاہیے
رازؔ دل کہنا عبث ہے سامنے بے درد کے
بات دل کی درد مندوں کو سنانی چاہیے

سلام

اسلام کے چہرے پہ جو سرخی کی رمق ہے
یہ خونِ شہیداں کی لہو رنگ شفق ہے
جو باب ہیں تحریر شہیدوں کے لہو سے
قرآن کی تفسیر کا ہر ایک ورق ہے
ہر ایک شہادت ہے زمانے کے لئے درس
ہر زخم میں پوشیدہ نیا ایک سبق ہے
ہے کرب و بلا ایک کھلا بابِ حقیقت
ہاں منکرِ شبیرؑ کو مضمونِ عدق ہے

ہمک کے آگئے بابا کی گود میں اصغرؑ
نہ جانے شاہؑ نے کیا کان میں کہا ہوگا

جو بانو آئیں گی کرتا لہو بھرا لیکر
بروزِ حشر نیا حشر اک بپا ہوگا

ہوائے ظلم چلی ہوگی جب سرِ مقتل
حسنؑ کا پھول فضا میں بکھر گیا ہوگا

مدینے پہنچی جو ہوگی ہوائے کرب و بلا
چراغ قبرِ محمدؐ کا بجھ گیا ہوگا

یزید نے جو لیا ہوگا نام زینبؑ کا
وفورِ ضبط سے بیمار کانپتا ہوگا

بہن کو دیکھ کے بلوے میں سر کھلے اے راز
سرِ حسینؑ بھی نیزے پہ رو رہا ہوگا

سلام

جہاں شعور کے جلووں کا آئینہ ہوگا
غمِ حسینؑ سے ہر سمت سامنا ہوگا

جہاں بھی کوئی دلِ درد آشنا ہوگا
حسینؑ آپ کے مقصد کو جانتا ہوگا

حسینیت کا ہر اک سمت تذکرہ ہوگا
لہو شہیدوں کا سر چڑھ کے بولتا ہوگا

یہ خلد میں بھی نہ جائیں گے بغض کے مارے
جناں کے در پہ جو نامِ علیؑ لکھا ہوگا

دھواں دھواں جو ہے ان کا دیارِ دل اب تک
چراغ جل کے عقیدت کا بجھ گیا ہوگا

حقیقتوں سے گریزاں رہے گی گر دنیا
کہاں رُکے گا زمانہ یہ دیکھنا ہوگا

نشانِ ماتمِ شبیرؑ روشنی دیں گے
مری لحد میں اجالوں کا سلسلہ ہوگا

بیمار بھتیجے کو پھوپھی کیسے بچائے
ہر لحظہ بڑھی آتی ہے خیموں میں لگی آگ
اصغرؑ کے تبسم سے جو پانی میں لگی تھی
موجوں کے کلیجے میں ہے اب تک وہ بھری آگ
کیوں خیمۂ اطہار جلا میری بدولت
خود آگ کے قالب میں بھی اب تک ہے لگی آگ
کیوں رازؔ درِ شاہِ نجف چھوڑ کے آیا
ہر وقت کلیجے میں سلگتی ہے یہی آگ

قطعہ

دہر سے مٹ جائے آہ و بکا ممکن نہیں
محو ہو ذہنِ بشر سے کربلا ممکن نہیں
فلسفی تیرا تجسس ہیچ ہے بے کار ہے
با خدا اس سانحے کا تجزیہ ممکن نہیں

سلام

اپنا تو یہ شیوہ ہے بجھاتے ہیں لگی آگ
کچھ اہلِ ہنر روز لگاتے ہیں نئی آگ

آنچ آئے جو خود پر تو وہ ہے باعثِ تشویش
گھر میں جو لگے غیر کے لگتی ہے بھلی آگ

اس دور کا انسان سنبھل جائے وگرنہ
قدرت کی لگائی ہوئی ہوتی ہے بری آگ

جس آگ نے زہرآ کا گلستان جلایا
قرآں کو جلاتی ہے مساجد میں وہی آگ

صدیوں کی یہ برساتیں بجھا پائیں نہ اب تک
لیلیٰ کے کلیجے میں لگی تھی جو کبھی آگ

پر ہول اندھیروں میں نہ گھبرائے سکینہؑ
مقتل میں اسی واسطے ہمراہ گئی آگ

اکبرؑ کی جوانی کو بھلائے کوئی کیسے
بھڑکاتی ہے تکبیرِ سحر روز نئی آگ

ترتیب و تالیف شاعر اہل بیت معظم سخن قیصر عباس قیصر (شاگردِ خاص) ـــــ ناشر: زوار زیدی

تیرِ سہ شعبہ لگا اصغر تڑپ کر رہ گئے
اس میں خیمے کے در پر مادرِ دل گیر ہے
لائے تھے پانی پلانے کھو دیا اصغرؑ سا لعل
کیا کہیں بانو سے جا کر فکر دامن گیر ہے
پہلے جنت کی تمنا تھی مگر اے رازؔ اب
کربلا کی جنتِ ارضی میری جاگیر ہے

سلام

مجلسِ شبیر میں آنسو کی کیا توقیر ہے
دامنِ زہرا میں گوہر بن گیا تقدیر ہے

کربلا والوں کے خونِ پاک کی تاثیر ہے
کربلا کی خاک بھی ہر درد کو اکسیر ہے

مٹ گیا نامِ یزیدِ نحس دنیا سے مگر
کائنات درد میں شبیرؑ ہی شبیرؑ ہے

اک طرف سفیانیت تخریب کی زندہ مثال
اک طرف شبیرؑ جو تعمیر ہی تعمیر ہے

بھانجے بھائی بھتیجے ہوگئے قربان سب
آخری پونجی خیامِ شاہؑ میں بے شیرؑ ہے

جنگ میں ننھا سپاہی بھی کسی سے کم نہیں
خشک ہونٹوں کی کماں سوکھی زباں کا تیر ہے

اک تبسم نے الٹ کر رکھ دیا لشکر تمام
اک طرف ہے لشکرِ اعداء ادھر بے شیر ہے

ترتیب و تالیف شاعر اہل بیت معوز حسن عیسیٰ عباس قیصر (شاگرد خاص) ۔۔۔ ناشر: زوار زیدی

جناب محفوظ الحسن رازؔ بجنوری

استاد الشعراء محفوظ الحسن رازؔ بجنوری نے ۳ جولائی ۱۹۳۲ء کو ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش (یو پی) کے علاقہ بجنور کے ایک علمی اور ادبی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ آپ کا نسبی تعلق نقوی سادات سے ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام نامی سید مہدی حسن نقوی تھا اور جناب مہدی حسن صاحب بہترین ذوقِ سخن اور شعری فہم رکھتے تھے اور کیوں نہ رکھتے کہ مہدی حسن صاحب کے والد بزرگوار یعنی رازؔ بجنوری صاحب کے دادا سرور الحسن صاحب ایک بہترین شاعر تھے اور ۲۲ مراثی کے خالق تھے۔ محترم محفوظ الحسن رازؔ بجنوری صاحب کے بڑے سگے بھائی شبیر حسن صاحب جو سوزؔ تخلص کرتے تھے کا شمار بھی مرثیہ نگاری کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ رازؔ بجنوری صاحب کے بزرگوں نے تحریکِ پاکستان میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ محفوظ الحسن رازؔ بجنوری صاحب قیامِ پاکستان کے فوراً بعد یعنی ۱۹۴۷ء ہی اپنے خاندان کے ہمراہ انڈیا سے ترکِ وطن کر کے پاکستان کے معروف شہر بہاول نگر تشریف لے آئے اور بہاول نگر سے ہی میٹرک کا امتحان امتیازی و اعزازی نمبروں سے پاس کیا بعدہٗ آپ نے لاہور بورڈ سے ٹیلی گراف میں گریجویشن کی ڈگری حاصل کی۔ بہاول نگر میں ۳۰ سال کا طویل عرصہ گزارنے کے بعد آپ کراچی تشریف لے آئے مگر کچھ عرصہ بعد ہی کسبِ معاش کے لئے افریقہ کے سمت آوارۂ وطن ہوئے جہاں ایک فرم میں دو سال Technical Store Keeper کی حیثیت سے بحسن و خوبی خدمات انجام دیں۔ افریقہ میں دو سال قیام پذیر رہنے کے بعد آپ ملازمت کے سلسلے میں عازمِ عراق ہوئے۔ ۱۹۸۳ء میں عراق سے واپس آنے کے بعد کراچی یونیورسٹی سے ماسٹرز کا آغاز کیا اس کے ساتھ ہی آپ شعبہ درس و تدریس سے منسلک ہو گئے اور عرصہ دس سال تک پاکستان نیوی کارساز اسکول میں اُردو اور انگریزی زبان کے مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ۱۹۹۵ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے بی ایڈ کی سند حاصل کی اور Young Citizen Model School میں شعبہ اُردو کے انچارج کے طور پر ۱۶ سال تک مسلسل تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۲۰۱۱ء کے اوائل میں شدید علالت اور گرتی ہوئی صحت کے باعث شعبہ درس و تدریس کو خیرآباد کہنا پڑا۔ آپ نے ۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۳ء انجینیری میں بطور ریلیشن کلرک بھی سروس کی اور ۱۹۹۳ء تا ۱۹۹۵ء سوسائٹی آفس جعفر طیار میں آفس سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ گویا سادات کی وہ بستی جہاں آپ نے اپنا بچپن گزارا تھا وہاں ہر اتوار کی شب ایک محفل منعقد کی جاتی تھی جس میں بچوں کو موقع دیا جاتا تھا کہ وہ تقریر اور شاعری کے جوہر دکھائیں رازؔ صاحب کے مطابق ان کی شاعری کا آغاز بھی انہی محافل سے ہوا اور جس وقت آپ نے اپنا پہلا شعر،

محفوظ رکھ لیا ہے امانت کسی نے دل　　　نذرانہ دوں جگر کا خدنگِ نظر کو میں

تخلیق کیا تو آپ محض پانچویں جماعت کے طالب علم تھے۔ شاعری کے سلسلے میں آپ جناب مختار حسین پروانہؔ بجنوری سے اصلاحِ سخن لیا کرتے تھے جو آپ کے شفیق استاد ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے مہربان خالو بھی تھے۔ ۱۹۸۳ء میں کراچی آمد کے بعد حضرت یاورؔ اعظمی کی سرپرستی میں شاعروں کی ایک انجمن کی بنیاد رکھی جس کا نام آپ نے بزمِ شبابِ ادب تجویز کیا اور آپ اس بزم کے جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے۔ یاورؔ اعظمی صاحب کے انتقالِ پُرملال کے بعد مختلف ادوار میں آپ بزم کے صدر بھی رہے۔

رازؔ صاحب لاتعداد نعت و مناقب، سلام، نوحہ، منقبات، سہرے، رخصتی، دوہا اور غزلیات تخلیق کر چکے ہیں ان ہی کے ہمراہ رازؔ بجنوری صاحب نے ۵ مراثی بھی کہے جو حضرت ساحرؔ لکھنوی سے دادِ تحسین پا چکے ہیں۔ "انجمن مظلوم حسینؑ" کے لئے رازؔ بجنوری صاحب نے مسلسل ۱۲ سال تک نوحے تخلیق کئے جو آپ کی قادر الکلامی کا بین ثبوت ہیں۔ اس کے علاوہ آپ مختلف حضرات کے تین دیوان بھی مرتب کر چکے ہیں۔ آپ کا کہنا ہے کہ ۳۶ سال پرائیویٹ اسکولز میں استاد کی حیثیت سے صرف کئے مگر وسائل اور معاش کے علاوہ کچھ نہ ملا اسی وجہ سے آپ اپنا کوئی مجموعہ شائع نہ کر سکے۔

آپ کے تلامذہ کی ایک طویل فہرست ہے مگر آپ جن حضرات پر فخر محسوس کرتے ہیں وہ محسن سرسوی، سکندر زیدی، پروفیسر حسین نقوی، الماس رومی، بابو آل بجالوی، رضوان نقوی اور شاگردِ خاص قیصر عباس قیصر ہیں۔